سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2016

سوموار،4-اپریل2016

(یوم الاثنین،25-جمادی الثانی1437ھ)

سولھویں اسمبلی:بیسواں اجلاس

جلد 20:شمارہ 4

183

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ 4-اپریل 2016

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

عام بحث

پری بجٹ بحث جاری رہے گی۔

185

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا بیسواں اجلاس

سوموار،4-اپریل2016

(یوم الاثنین،25-جمادی الثانی1437ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر15 منٹ پر زیر صدارت **جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔**

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری رمضان قادر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی

عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ

مَثۡوًی لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ

وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾

سُوۡرَۃُ العنکبوت آیات68تا69

اور اس سے ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا جب حق بات اُس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے۔ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟(68)اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے اور اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے(69)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

ہم سُوئے حشر چلیں گے شہہ ابرار کے ساتھ
قافلہ ہوگا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
رہ گئے منزلِ سدرہ پر پہنچ کر جبریل
چل نہیں سکتا فرشتہ تیری رفتار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درودیوار کے ساتھ
پُل سے مجھ سا بھی گنہگار گزر جائے گا
ہوگی سرکار کی رحمت جو گنہگار کے ساتھ

سوالات

(محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ داخلہ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال نمبر 2681 جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے لیکن اُن کی request آئی ہے اس لئے یہ سوال pending کیا جاتا ہے۔

تعزیت

معزز ممبر اسمبلی ڈاکٹر نجمہ افضل کی والدہ ماجدہ کی وفات پر دعائے مغفرت

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! ڈاکٹر نجمہ افضل، ایم پی اے کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں اُن کے لئے دعا کروائی جائے۔

جناب سپیکر: جی، دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر نجمہ افضل، ایم پی اے کی والدہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(---جاری)

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 2821 بھی جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے۔ اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 1177 محترمہ عائشہ جاوید کا ہے--- موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 1178 بھی محترمہ عائشہ جاوید کا ہے--- موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر نوشین حامد کا ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1754 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1754: ڈاکٹر نوشین حامد: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) چائلڈ پروٹیکشن بیورو انگوری باغ شالامار ٹاؤن لاہور میں کل کتنے ملازمین ہیں ان کی سکیل وار تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیاان ملازمین کو میرٹ پر رکھا گیا؟

(ج) متذکرہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے ملازمین کی تنخواہ کے لئے13-2012 میں کتنا بجٹ رکھا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں کل328 ملازمین کام کر رہے ہیں ان کی سکیل وار تفصیل کی کاپی تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی ہاں! چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں ملازمین کو میرٹ پر رکھا گیا ہے۔

(ج) چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے ملازمین کی تنخواہ کے لئے اکیس کروڑ چھہتر لاکھ انسٹھ ہزار روپے کا بجٹ جاری ہوا تھا اور اسی مد میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو نے سات کروڑ چورانوے لاکھ اٹھاون ہزار چار سو انیس روپے خرچ کئے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! جز(ب) میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں ملازمین کو میرٹ پر رکھا گیا ہے۔ میں پوچھنا چاہوں گی کہ میرٹ کا کیا معیار ہے اور کس procedure کے تحت ان کی appointments ہوتی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! گریڈ 16 and above کی appointments پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوتی ہیں اور گریڈ16 سے نیچے کی اسامیوں کے لئے NTS کے ذریعے ٹیسٹ لیا جاتا ہے اور اس کے مطابق میرٹ پر recruitment کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ! اگلا ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! جواب میں انہوں نے بتایا ہے کہ 328 ملازمین وہاں پر اس وقت کام کر رہے ہیں۔ میں ان سے یہ ضمنی سوال کرنا چاہوں گی کہ ایک ادارے کے لئے بڑی تعداد میں جو ملازمین رکھے ہوئے ہیں، ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جناب سپیکر: انہوں نے اس کا تتمہ دے دیا ہے اس کے مطابق آپ دیکھ لیں کہ وہ کیا کام کرتے ہیں؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! اس ضمیمہ میں ان کی ذمہ داریاں define نہیں کی گئیں۔

جناب سپیکر: سب کی ذمہ داریوں کے بارے میں آپ نے کہا ہوتا تو وہ ضرور آپ کو بتاتے۔ آپ کوئی particular چیز نہ پوچھیں تو وہ کیسے آپ کو جواب دیں؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! انہوں نے جو گریڈ بتائے ہیں ان کے حساب سے ان کو کیا کیا ذمہ داریاں دی گئی ہیں؟

جناب سپیکر: ہر ایک کی علیحدہ ذمہ داری ہوگی۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! وہ ملازمین کی ذمہ داریوں کے متعلق پوچھ رہی ہیں ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! تفصیل میں یہ ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا ایک ڈائریکٹر جنرل ہوتا ہے، ایک چیئرپرسن ہوتی ہے، اس کی عدالتیں ہوتی ہیں جس میں کچھ ملازمین کام کرتے ہیں، response units کے انچارج ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی مختلف ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! جز (ج) میں انہوں نے کہا ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے ملازمین کی تنخواہ کے لئے 21 کروڑ 76 لاکھ 59 ہزار روپے کا بجٹ جاری ہوا تھا اور اسی مد میں سے 7 کروڑ 94 لاکھ 58 ہزار 419 روپے خرچ کئے گئے۔ اگر تنخواہ کے لئے اتنا بجٹ جاری ہوا ہے تو یہ difference کیوں ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! یہ difference اس لئے ہے کہ تنخواہ approved strength کے مطابق ملتی ہے اور جو اسامیاں vacant ہوتی ہیں تو financial year کے close ہونے پر ان کی تنخواہ surrender کر دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: اگر وہ latest position پوچھیں گی تو پھر آپ کیا بتائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! میں latest position بتا سکتا ہوں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! 21 کروڑ اور 7 کروڑ روپے میں بہت زیادہ difference ہے تو کیا ڈیپارٹمنٹ اپنی demand نہیں دیتا کہ ہمارے پاس اتنے ملازمین ہیں اس لئے صرف اتنے ملازمین کی تنخواہ ہی جاری کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کی کل 649 ملازمین کی strength ہے لیکن اُس وقت 328 ملازمین تھے اور باقی اسامیاں خالی تھیں۔ پچھلے سال 124 ملازمین مزید بھرتی کئے ہیں جس سے یہ تعداد 452 ہو گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تنخواہ 649 ملازمین کی آئی تھی اور کام 328 ملازمین کر رہے تھے اس لئے saving ہوئی۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ محترمہ! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1756 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: تھانہ باغبانپورہ میں ڈکیتی کے مقدمات کا اندراج و دیگر تفصیلات

*1756: ڈاکٹر نوشین حامد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) باغبانپورہ لاہور تھانہ میں 13-2012 میں ڈکیتی کی کل کتنی وارداتوں کی ایف آئی آرز درج ہوئیں؟

(ب) مذکورہ مقدمات کے کتنے ملزم گرفتار ہوئے کتنے بیگناہ ثابت ہوئے اور کتنے ملزمان کے چالان پیش کر کے جیل بھیجا گیا؟

(ج) ڈکیتی کے ملزمان سے جو سامان برآمد ہوا کیا وہ ان کے مالکان کے سپرد کر دیا گیا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) تھانہ باغبانپورہ میں سال 2012 میں 2 مقدمات اور سال 2013 میں ڈکیتی کے 3 مقدمات درج ہوئے ہیں۔

(ب) سال 2012 میں

1۔ مقدمہ نمبر 904/12 مورخہ 03-06-12 بجرم 397 ت پ میں کل 5 ملزم تھے جن میں سے 2 گرفتار ہوئے اور 3 کس ملزمان کے اشتہار زیر دفعہ 87 ض ف حاصل کئے گئے۔

2۔ مقدمہ نمبر 984/12 مورخہ 18-06-12 بجرم 395 ت پ میں کل 7 ملزم تھے جو تمام گرفتار ہوئے اور تمام کو چالان عدالت کر کے جیل بھجوایا گیا جبکہ سال 2013 میں

1۔ مقدمہ نمبر 12/13 مورخہ 27-01-13 بجرم 395 ت پ میں کل 6 ملزم تھے جن میں سے 2 ملزم گرفتار ہیں اور 4 ملزمان کے اشتہار زیر دفعہ 87 ض ف حاصل کئے گئے ہیں۔

2۔ مقدمہ نمبر 265/13 مورخہ 06-03-13 بجرم 365 ت پ میں کل 4 ملزم تھے تمام ملزمان کو گرفتار کر کے چالان عدالت کر کے جیل بھجوایا گیا ہے۔

3۔ مقدمہ نمبر 571/13 مورخہ 18-05-13 بجرم 365 ت پ میں کل ملزم 7 کس تھے جو تاحال مقدمہ مورخہ 26-08-13 کو عدم پتا ہوا۔

(ج) سال 2012 میں ڈکیتی کے 2 مقدمات میں کل مسروقہ مبلغ -/13,22,700 برآمد ہوا ہے اور تمام مال مسروقہ اصل مالکان کے سپرد کیا گیا ہے۔ سال 2013 میں 2 مقدمات چالان ہوئے جن میں کل مالک مسروقہ مبلغ -/17,60,000 برآمد ہوا اور مال مسروقہ اصل مالکان کے حوالے کر دیا گیا ہے اور ایک مقدمہ عدم پتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! جز (الف) میں جواب دیا گیا ہے کہ تھانہ باغبانپورہ میں سال 2012 میں دو مقدمات اور سال 2013 میں ڈکیتی کے تین مقدمات درج ہوئے ہیں۔ میں چونکہ اس علاقہ کی رہائشی ہوں اس لئے مجھے پتا ہے کہ ہر سال بلکہ ہر ہفتے دو تین واقعات ہوتے ہیں تو کیا تھانے کے اوپر ایک question mark نہیں ہے کہ اتنی بڑی آبادی والے علاقے میں جہاں روزانہ ڈکیتیوں کے کئی کئی واقعات ہوتے ہیں وہاں پورے ایک سال میں دو اور دوسرے سال میں صرف تین واقعات درج ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں انہوں نے رپورٹ لی ہو گی جس کے مطابق ہی آپ کو جواب دیا ہو گا۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اُس وقت جن cases پر ایف آئی آر درج ہوئیں ان کے مطابق یہ جواب درست ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میں کہہ رہی ہوں کہ ایف آئی آر صرف دو درج ہوئی ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کیونکہ وہ تو ایسا علاقہ ہے جہاں آئے دن واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ جو اُدھر رہتے ہیں اور شریف آدمی وہاں رہتے ہیں جو ایسا کام نہیں کرتے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: یہ تو ختم ہو گیا ہے آپ اگلے سوال پر آ جائیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! اسی سوال پر ہی ضمنی کرنا ہے۔ یہ سوال کیوں ختم ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ اگلے سوال پر کر لیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جو وہ جواب دے رہے ہیں وہ غلط ہے۔ لاہور کے اندر ڈکیتی کی جو ratio ہے وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہاں ڈکیتی کے واقعات نہیں ہو رہے؟

جناب سپیکر: جی، انہوں نے کہہ دیا ہے۔ اس کے متعلق اگر آپ کے پاس کوئی انفارمیشن ہے تو اس پر بات کریں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! لاہور کا حقیقی ریکارڈ نکالیں۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے لاہور کا ریکارڈ نہیں پوچھا۔ جس علاقے کا پوچھا ہے وہ انہوں نے بتایا ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جس علاقے کا انہوں نے پوچھا ہے وہاں پر روزانہ کئی سو واقعات رونما ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب آپ اگلے سوال پر جانے دیں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! وہ میرے سوال کا تو جواب دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! انہوں نے تو جواب دے دیا ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میں پوچھ رہی ہوں کہ کیا یہ تھانے کی working پر ایک question mark نہیں ہے کیونکہ تھانوں میں بے تحاشا لوگ جاتے ہیں تو کیوں ان کی ایف آئی آرز رجسٹر نہیں ہوتیں، کیا اس کا notice لیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: اگر آپ کے پاس ایسی کوئی complaint آئی ہے تو بتائیں؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! ایسی complaints ہیں تب ہی میں بتا رہی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ کوئی particular case بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ایف آئی آر درج کرانا ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور اگر اُس کے ساتھ کوئی وقوعہ سرزد ہوتا ہے یا واردات ہوتی ہے تو وہ ایف آئی آر درج کرا سکتا ہے۔ ایف آئی آر ایس ایچ او ہی درج کر دیتا ہے اور اگر درج نہیں کرتا تو SDPO,DPO یا اوپر کسی کے پاس شکایت کی جا سکتی ہے اور عدالت میں بھی جایا جا سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی آدمی ایف آئی آر درج کروانا چاہے اور اس کی ایف آئی آر درج نہ ہو۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! یہ بات مان---

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس سوال پر کافی ضمنی سوالات ہو چکے ہیں اس لئے next پر چلتے ہیں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! کیا یہ چیز ماننے میں آتی ہے کہ اس علاقے میں پورے سال میں صرف دو واقعات ہوئے ہیں---

جناب سپیکر: میں ان کی بات مان رہا ہوں آپ کو بھی مان لینا چاہئے اور اگر اس میں کوئی خدشہ ہے کہ یہ غلط ہے تو پھر آپ تحریر میں کوئی چیز لائیں جس کا میں بھی نوٹس لوں گا۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! تھانہ شالامار پولیس کی کارکردگی پر یہ ایک بہت بڑا question mark ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، تشریف رکھیں۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2604 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں ٹریفک حادثات سے ہونے والی اموات و دیگر تفصیلات

*2604: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) 2012 میں صوبہ پنجاب میں ایسے کتنے ٹریفک حادثات ہوئے جن کے نتیجے میں اموات ہوئیں اور کل کتنی اموات ہوئیں؟

(ب) ٹریفک کے ان حادثات کی تعداد اور اموات 2011 کے مقابلہ میں کتنی زیادہ ہے، کیا اس کی ایک وجہ ہمارے ٹرانسپورٹرز کی لاپروائی ہے ہر ماڈل کی اور ہر چلنے والی چیز کا مین روڈ پر چلنے کی اجازت ہونا بھی ہے؟

(ج) کیا حکومت کے زیر غور ایسی کوئی تجویز ہے کہ سڑکات کی کیٹیگریز بنا کر کیٹیگری کی سڑک کی کوالٹی اور مخصوص ٹرانسپورٹ کو مد نظر رکھ کر مخصوص ٹریفک کے علاوہ دیگر ہر طرح کی ٹریفک پر پابندی عائد کی جائے؟

(د) کیا حکومت سڑکات پر حادثات میں زخمی افراد کے لئے ابتدائی طبی امداد مہیا کرنے کے یونٹ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) کرائم برانچ پنجاب کے اعداد و شمار سال 2012 کے مطابق صوبہ پنجاب میں کل 2269 مہلک حادثات ہوئے جن میں 2718 افراد جاں بحق ہوئے اور 4768 افراد زخمی ہوئے۔

(ب) Statistics رپورٹ کے مطابق 2011 میں صوبہ پنجاب (31 اضلاع) میں کل 1634 مہلک حادثات رونما ہوئے جن میں 2092 افراد ہلاک ہوئے مقابلتاً رپورٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان اعداد و شمار کے مطابق 2012 میں رونما ہونے والے مہلک حادثات کی تعداد 2011 کے مقابلہ میں کم رہی، 2012 میں 154 حادثات کم ہوئے اور اس طرح 269 اموات بھی کم ہوئی ہیں۔

مزید برآں یہ بات درست ہے کہ ان حادثات کی ایک وجہ ٹرانسپورٹرز / ڈرائیورز کی غفلت، لاپروائی اور تیز رفتاری بشمول اوور لوڈنگ، ڈرائیورز کی لمبی ڈیوٹی ہے۔ تاہم ہر طرح کی ٹریفک یا ہر طرح کی گاڑی شاہرات پر چلانے کی اجازت نہ ہے بلکہ جو گاڑیاں سیکرٹری ڈسٹرکٹ روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی (DRTA) اور موٹر وہیکل ایگزامینر (MVE) پاس کرتے

ہیں، صرف یہ منظور شدہ گاڑیاں ہی چلنے کی اہل ہیں۔ خلاف ورزی کی صورت میں حسب ضابطہ قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ج) محکمہ مواصلات و تعمیرات کے ڈیپارٹمنٹ کے مطابق پنجاب ہائی وے ڈیپارٹمنٹ کے زیر انتظام تمام سڑکات، ٹریفک کے اعداد و شمار کو مد نظر رکھتے ہوئے، ڈیزائن کی جاتی ہیں۔ تاہم حکومت پنجاب، محکمہ ہائی وے کے زیر غور ایسی کوئی پالیسی نہ ہے جس کے تحت سڑکات کی اقسام (Category) بنائی جائیں اور مخصوص ٹریفک کے علاوہ دیگر ہر طرح کی ٹریفک پر پابندی کی جائے۔

(د) محکمہ صحت کے مطابق حکومت پنجاب حادثات میں زخمی ہونے والے مریضوں کو تمام ضروری طبی سہولیات فراہم کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ بڑی شاہرات کے ساتھ تمام ٹی ایچ کیو اور ڈی ایچ کیو ہسپتالوں میں ایمرجنسی اور حادثات سے متاثرہ مریضوں کے لئے سہولیات موجود ہیں۔ حکومت پنجاب محکمہ صحت بڑی شاہرات کے ساتھ ٹراما سنٹرز بنانے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ جو کہ فزیبلٹی اور وسائل کی دستیابی کے ساتھ قائم کئے جا رہے ہیں۔ تاہم جہاں حادثات کی جگہ کے قریب ہسپتال موجود نہیں وہاں Rescue 1122 مریضوں کو قریبی ہسپتالوں میں پہنچانے کا بندوبست کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ہر سال سڑکوں پر حادثات کی وجہ سے اموات واقع ہوتی ہیں جس پر پارلیمانی سیکرٹری موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بہت سے حادثات محض اس لئے ہوتے ہیں کہ ڈرائیور غفلت برتتا ہے۔ ڈرائیوروں کی غفلت کے نتیجے میں ہزاروں جانیں تلف ہو جاتی ہیں تو ان ڈرائیوروں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے محکمہ کے پاس کیا قانون ہے اور اگر وہ قانون موجود ہے تو 2012 کے دوران کتنے ڈرائیوروں کو سزا ہوئی؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ سارے پنجاب کا پوچھ رہے ہیں یا particular کسی جگہ کا پوچھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اگر آپ گائیڈ کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ بہاولپور کا بتا دیں۔ (قہقہہ)

جناب سپیکر: بنتا نہیں ہے، ویسے آپ کی مرضی ہے۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جو ڈرائیور ڈرائیونگ میں غفلت برتتے ہیں ان کے خلاف ٹریفک پولیس باقاعدہ چالان کرتی ہے اور انہیں fine بھی ہوتا ہے جیسے حادثات ہوں اور ایف آئی آر درج ہوں۔ ایسے ڈرائیوروں کو عدالت سے بھی سزائیں دی جاتی ہیں کیونکہ سزائیں دینا عدالت کا کام ہے جبکہ جرمانہ کی حد تک محکمہ یعنی ٹریفک پولیس انہیں جرمانے کرتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے ان سے particularly پوچھا ہے اور 2012 کا میرا سوال تھا۔۔۔

جناب سپیکر: کوئی جز بتا دیں تاکہ میں بھی دیکھ سکوں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال کے جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ 2718 افراد جاں بحق ہوئے اور جو ڈرائیور ان حادثات کا باعث بنے ہیں، میں ان سے متعلق پوچھ رہا ہوں کہ ان کے خلاف مقدمات بھی قائم ہوئے ہوں گے تو 2012 سے لے کر اب 2016 آگیا ہے تو کتنے ڈرائیوروں کے خلاف ایف آئی آرز درج ہوئیں اور کتنے ڈرائیوروں کو عدالت سے سزا ہوئی، اس کے متعلق آگہی دے دیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! یہ تفصیل چاہتے ہیں تو یہ fresh question دے دیں میں انہیں detail provide کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے پہلے بھی جواب میں لکھا ہے اور آپ دیکھیں تو سہی پڑھیں تو سہی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! انہوں نے تعداد کا کہا تھا جو کہ بتا دی گئی ہے بلکہ انہوں نے 2012 کے سال کے متعلق پوچھا تھا لیکن میں آج تک ہونے والے حادثات کی تعداد بتانے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر: بتا دیں ناں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ان کا ضمنی سوال ہے کہ جو سزائیں ہوئی ہیں اس کی تفصیل بتا دیں۔

جناب سپیکر: پہلے تو انہوں نے پوچھا ہے کہ کتنے ٹریفک حادثات ہوئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ٹریفک حادثات کی تفصیل تو بتادی گئی ہے۔

جناب سپیکر: یہ بات میرے کانوں تک کیوں نہیں پہنچی، مجھے بتائیں کہ کتنی تعداد ہے جو انہوں نے پوچھی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! 2012 کی تعداد انہوں نے پوچھی تھی جس کا جواب ہے کہ 2718 افراد جاں بحق ہوئے اور 3685 کے چالان ہوئے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے 2012 کا اس لئے statistic دیا تھا کہ ہمارے ہاں بالعموم مقدمات کی طوالت اتنی ہوتی ہے اور ویسے بھی ڈرائیور مہلک حادثات کا باعث بنتے ہیں۔ بعض اوقات جب بڑی بس کے اندر حادثہ ہوتا ہے تو بیس بیس، پچیس پچیس اور پینتیس پینتیس لوگ ایک ہی حادثہ کے اندر انتقال کر جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں مقدمہ درج ہونے کی دفعہ ہے اور اس کے بعد اس کی طوالت ہے، بالعموم ہمارے ڈرائیور صاحبان جو اس طرح کی حرکت کرتے ہیں وہ تھانے کی سطح پر ہی پولیس سے "مک مکا" کر کے دوڑ جاتے ہیں اور۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ ضمنی سوال کریں ناں تاکہ میں ان سے جواب لوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال پوچھ رہا ہوں کہ اتنے مہلک حادثات کا باعث ڈرائیور بنتے ہیں تو ان کے خلاف کس قانون کے تحت مقدمہ درج ہوتا ہے اور کتنی سزا انہیں دی جا سکتی ہے؟

جناب سپیکر: ایک غفلت ہے، ایک تیز رفتاری سے ہوتا ہے اور پتا نہیں آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہی پوچھ رہا ہوں اور گزارش یہ ہے کہ اتنے مہلک حادثات ہوتے ہیں جن میں آدمی فوت ہو جاتے ہیں تو قانون کی کس دفعہ کے تحت ان کے خلاف مقدمہ درج ہوتا ہے اور کتنی سزا انہیں زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ایکسیڈنٹ کا مطلب کیا ہے، آپ بتائیں ناں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: اچانک

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اس کا پتا کر لیتے ہیں۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! چالان مختلف دفعات کے تحت ہوتے ہیں، تیز رفتاری کا، غفلت کا اور اس طریقے سے یہ کوئی specific بتا دیں تو میں اس کا صحیح جواب دے پاؤں گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جس حادثہ میں انسانی جان ضائع ہو جاتی ہے۔ ایکسیڈنٹ میں آدمی مر جاتے ہیں تو اس میں کس دفعہ کے تحت مقدمہ درج ہوتا ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ کتنی سزا ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اس میں دفعہ 320 کے تحت مقدمہ درج ہوتا ہے اور سات سال تک قید کی سزا ہوتی ہے جبکہ اس کے ڈرائیونگ لائسنس کی بھی ضبطی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! دفعہ 320 کے تحت ویسے مقدمہ درج نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: دفعہ 319 ہے۔ (قہقہہ)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! آخری ضمنی سوال کرنا ہے اس کے بعد ہمارے بھائی قاضی احمد سعید صاحب کرنا چاہیں گے، سڑکوں پر ٹریفک حادثات ہوتے ہیں جبکہ دور دور ہسپتال ہوتے ہیں جس کی میں نے نشاندہی کی ہے اور اس کے جواب میں ہے کہ حکومت پنجاب محکمہ صحت بڑی شاہرات کے ساتھ ٹراما سنٹر بنانے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ یہ جواب 2015-07-18 کو آیا ہے تو میں ان سے specific question پوچھنا چاہتا ہوں کہ 17-2016 کا بجٹ آنے والا ہے۔ ان کے دیئے گئے جواب کے مطابق اس بجٹ کے اندر کتنے ٹراما سنٹر حکومت پنجاب نے بڑی شاہرات کے ساتھ بنانے کا منصوبہ تیار کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ) جناب سپیکر! معزز ممبر کو میں یہ request کرنا چاہوں گا کہ ٹراما سنٹر محکمہ صحت سے متعلقہ ہیں اور محکمہ داخلہ اس کا کوئی صحیح جواب نہیں دے سکتا اس لئے محکمہ داخلہ کی بجائے محکمہ صحت سے یہ سوال کر لیں تو اس کا جواب آ جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ گیند کو slip میں کھیلنے کی کوشش کی ہے حالانکہ خود جواب دیا ہوا ہے کہ ٹراما سنٹرز جو ہیں ادارہ شاہرات کے ساتھ منسلک ہیں اور وہیں حادثات ہوتے ہیں۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ ہم اس کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ میں نے specifically پوچھا ہے یہ منصوبہ بندی خود کر رہے ہیں اور 18-07-2015 کو جواب آیا ہے یعنی۔۔۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ نے جو تحریری جواب دیا ہے انہیں satisfy کریں ناں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جو تحریری جواب دیا گیا ہے اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ ہر سال بجٹ کی تیاری کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ محکمہ صحت نے نشاندہی کی ہے اور محکمہ صحت نے ٹراما سنٹرز کے متعلق جو بھی سفارشات ترتیب دی ہوں گی وہ بجٹ میں پیش ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: آپ بھی ان کی سفارش کر دیں جہاں یہ چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ان کے پاس جواب نہیں ہے اور نہ انہیں معلوم ہے لیکن۔۔۔

جناب سپیکر: ایسے نہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! محکمہ صحت نے ٹراما سنٹر بنانے ہیں محکمہ داخلہ نے نہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہ محکمہ صحت سے متعلقہ سوال ہے لیکن پھر بھی وہ جواب دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے انہیں اور حکومت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ اب بجٹ making میں ہے تو اس بجٹ کے اندر کوئی 10۔ٹراما سنٹرز ڈلوانے کے لئے تگ و دو کریں۔ یہ کامیاب ہوں یا ناکام لیکن محنت کریں گے۔

جناب سپیکر: چلیں، اللہ خیر کرے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں دس سنٹر بنائیں گے یہ تو جواب لے لیں۔

جناب سپیکر: کچھ تو بنائیں گے جو بھی بنا سکے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! میں نے نہیں کہا پورا ایوان سن رہا ہے وہ سوال بھی خود ہی کر رہے ہیں جواب بھی خود دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دس ٹراما سنٹر تو اس بجٹ میں بنا دیں کوششیں تو کریں۔

جناب سپیکر: جتنے بھی بن سکے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ٹراما سنٹر بنانا ہوم ڈیپارٹمنٹ کا mandate نہیں ہے آپ proper forum پر بات کریں۔ اس ایوان میں بھی آپ بات کر سکتے ہیں، pre-budget speeches ہوتی ہیں اُن میں بھی آپ suggestion دے سکتے ہیں میں اس سلسلے میں اپنے ڈیپارٹمنٹ کی بجائے کسی دوسرے ڈیپارٹمنٹ کی floor commitment پر کس طرح کر لوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! انہوں نے خود اس کا جواب دیا ہوا ہے میں نے تو کوئی علیحدہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا سوال نہیں نکالا آپ اتنی سی بات کر دیں کہ ہم اس کی کوشش کریں گے۔ میں مطمئن ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر: ان کے پاس تو اُس محکمے کے بقول ہے یہ آپ کے ساتھ commitment نہیں کر سکتے آپ کی مہربانی۔ اگلا سوال نمبر 2618 محترمہ نگہت شیخ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 2822 بھی جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 3126 میاں طاہر کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 3431 جناب احمد علی خان دریشک کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 3432 بھی جناب احمد علی خان دریشک کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال میاں طارق محمود کا ہے جی، سوال نمبر بولیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 3738 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: اغواء برائے تاوان سے متعلقہ تفصیلات

*3738: میاں طارق محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جون 2013 سے آج تک لاہور کی حدود میں جن افراد کو اغواء برائے تاوان کیا گیا ان کے نام پتا جات بتائیں؟

(ب) ان میں سے کتنے افراد کو پولیس نے اغواء کاروں سے چھڑوایا ان کے نام و پتا جات بتائیں؟

(ج) کتنے افراد خود اغواء کاروں سے تاوان کی رقم کی ادائیگی کے بعد یا deal کر کے رہا ہوئے؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کی حدود میں اغواء برائے تاوان کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں حکومت ان وارداتوں پر قابو پانے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو جز (د) میں انہوں نے جواب دیا ہے اس کو پڑھ کر سنا دیں۔

جناب سپیکر: آپ سوال کر لیں پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کون سا پڑھ کر سنائیں؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! جز (د) کا جواب پڑھ کر سنا دیں۔

جناب سپیکر: مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ آپ خود اس کو پڑھیں اُن سے کیا پڑھواتے ہیں آپ اس پر ضمنی سوال کریں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ ذرا پڑھیں گے تو انہیں بھی پتا چل جائے گا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ اس ایوان کا وقت ضائع نہ کریں آپ دیکھیں اس کی تفصیل آپ کو پڑھنی چاہیے آپ ان کو کیوں کہہ رہے ہیں؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میں پڑھتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ اس پر ضمنی سوال کریں پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کیا یہ درست ہے کہ لاہور کی حدود میں اغواء برائے تاوان کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں حکومت ان وارداتوں پر قابو پانے کے لئے کیا اقدامات اُٹھا رہی ہے؟ اس کا جواب آیا ہے وہ یہ ہے کہ جز (د) میں حکومتی لیول پر جو بھی احکامات اس قسم کی وارداتیں کو روکنے کے لئے موصول ہوتے ہیں ان پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں افسران کی طرف سے بھی دیئے گئے احکامات کی سختی سے تعمیل کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ نے یہ پڑھ لیا ہے تو اس پر ضمنی سوال کریں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! انہوں نے جواب دیا ہے یہ پڑھنے والا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو وارداتیں ہوتی ہیں ان کو روکنے کے لئے یہ جو جواب دیا گیا ہے یہ ناکافی ہے۔ گورنمنٹ نے جو فیصلہ کیا تھا کہ تمام لاہور کو کنٹرول کرنے کے لئے کیمرے لگائے جائیں گے اور CCTV کیمروں کے ساتھ پورے لاہور کو کنٹرول کیا جائے گا۔ اُس کا اس میں ذکر نہ ہے اور اس کے بارے میں یہ کیا کہنا چاہتے ہیں کوئی ایسا کام ہو رہا ہے جس سے کرائم کو روکا جائے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جو کیمرے لگانے والی بات ہے اُس پر کام ہو رہا ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! وہ کام کب سے شروع ہے اور کب تک مکمل ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! be careful ایوان میں آواز آجاتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! safe city project جیسے میں نے پہلے کہا ہے اُس پر کام جاری ہے انشاءاللہ وہ coming financial year میں ہم complete کر لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ میرے پاس ایک مقدمے کے جواب میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہوا ہے میں یہ پڑھتا ہوں اور اس کے بعد یہ safe city کے بارے میں جو پراجیکٹ ابھی تک راستے میں پڑا ہوا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس میں مختصر حالات مع طریقہ واردات ایک مسماۃ نازیہ بی بی دختر شفیع محمد سکنہ غازی روڈ نزد گجراتی ہوٹل لاہور بعمر 22 سال جو آج تک نہیں ملی وہ کہتے ہیں مدعی مقدمہ شفیع محمد نے تحریر کروایا کہ میری جواں بیٹی نازیہ بی بی عمر 22 سال کو قریب 20 سے 25 یوم قبل مسماۃ ثریا بی بی، سائرہ بی بی اور مشتاق عرف ڈمرو میرے گھر واقع غازی روڈ نزد گجراتی ہوٹل سے ملازمت کا جھانسہ دے کر ساتھ لے گئے اب صاف انکاری ہو گئے ہیں بعد میں مسماۃ ثریا بی بی اور سلطان خان جو کہ۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ سے ضمنی سوال کے بارے پوچھ رہا ہوں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ انتہائی ضروری ہے مجھے پڑھنے دیں تاکہ آپ کو کسی کی دردناک سٹوری کا اندازہ تو ہو جائے۔

جناب سپیکر: ایوان کا اتنا وقت گزر جائے گا۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! دو منٹ لگیں گے اور جو کچھ ہو رہا ہے ان کے نالج میں تو آئے گا۔ بعد مسماۃ ثریا بی بی اور سلطان خان جو کہ مشتاق کا چچا ہے نے مجھ سے میری بیٹی کو واپس دینے کے لئے مبلغ 2 لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر پولیس کو اطلاع دی تو تمھاری بیٹی کو گولی مار دیں گے جس پر میں نے سلطان خان اور ثریا بی بی کو مبلغ 80 ہزار روپے 20 ,plus اور 30,plus 30 کی صورت میں دیئے اور بچی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے مجھے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دینا شروع کر دی اور مزید ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں جس پر میں نے کوٹ لکھپت پولیس کو 15 پر کال کر کے ثریا کو گرفتار کروایا جسے آصف اے ایس آئی نے میرے آنے سے پہلے ہی اُسے چھوڑ دیا ہے اور میری بیٹی کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں کروا رہے ہیں۔ مجھے کوئی شک ہے کہ انہوں نے میری بیٹی کو قتل کروا دیا ہے آگے ڈیمانڈ کتنی ہے؟ اس کی دو لاکھ روپے ہے۔ کتنا تاوان ادا کیا ہے؟ 20 ہزار روپے۔ گرفتار ملزمان کتنے ہیں؟ چھ۔ آگے نامکمل چالان ہے۔ آج تک مدعی بے چارے کی بیٹی برآمد نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ ٹھیک بات نہیں ہے آپ ضمنی سوال کریں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! جب ہم نے ایک safe city بنانے کا منصوبہ شروع کیا ہوا ہے تو میرا ان سے یہ سوال ہے کہ یہ کب سے شروع ہے اور کب تک مکمل ہو گا؟ میں نے کوئی غلط سوال کیا ہے اگر آپ کو غلط لگتا ہے تو مجھے بتادیں یہ سارا ایوان سن رہا ہے یہ کتنی بیٹیاں اور عورتیں اور بچے چلے گئے ہیں جو واپس نہیں آئے یہ آپ اگر آرام سے پڑھیں گے تو آپ کو علم ہو جائے گا۔ میری بات بالکل ٹھیک ہے اور سوال سب سے اہم ہے اس صوبے کے لحاظ سے انہوں نے اگر safe city کا کام شروع کیا ہوا ہے تو اس کی progress بتادیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جس طرح میں نے پہلے کہا ہے کہ لاہور میں کرائم کو روکنے کے لئے command and control centre قائم کیا جارہا ہے کیمرے لگائے جارہے ہیں اور coming financial year میں ہم انشاءاللہ وہ complete کر لیں گے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! ایک کیمرا دکھادیں کہ فلاں جگہ پر لگا ہوا ہے اور وہ کنٹرول ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ بھی ذرا باہر جاکر دیکھ لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جو کیمرے نصب ہو چکے ہیں میں اُن کی تفصیل ایوان میں پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال الحاج محمد الیاس چنیوٹی کا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ تشریف رکھیں میاں رفیق صاحب آپ سے پہلے کھڑے ہو گئے تھے۔ جی، میاں رفیق صاحب سوال نمبر بولیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! سوال نمبر 3954 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے الحاج محمد الیاس چنیوٹی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

کھیتوں سے شوگر ملز تک گنا پہنچانے والی ٹرالیوں سے پیدا ہونے والے مسائل

*3954: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گنے کے موسم میں اکثر گنا کھیتوں سے شوگر ملز تک بذریعہ ٹریکٹر ٹرالی لایا جاتا ہے ٹریکٹر ٹرالی مالکان زیادہ کرایہ حاصل کرنے کے لالچ میں اوور لوڈنگ کرتے ہیں جس سے جتنا بوجھ ٹرالی برداشت نہیں کرتی اور نتیجہ ٹرالیاں راستے میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں گنا روڈز پر رکھ دیا جاتا ہے اور ٹریفک جام ہو جاتی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ٹرالیوں والے بیک بتیوں کی موجودگی کا اہتمام نہیں کرتے دھند اور اندھیرے کی وجہ سے پیچھے والی گاڑیاں حادثات کا شکار ہو جاتی ہیں کیا اس کی روک تھام کی گئی ہے؟

(ج) کیا حکومت ٹرالیوں کا سائز اور گنا لوڈ کرنے کے لئے کوئی ضابطہ وضع کرے گی، کیا یہ ممکن ہے کہ ٹرالی کی باڈی کے باہر اینگل آئرن لگا کر گنا ان کے اندر پیک کرنے کا ٹرالی والوں کو پابند کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) یہ بات درست ہے کہ گنے کے موسم میں کھیتوں سے گنا شوگر ملز تک بذریعہ ٹریکٹر، ٹرالیوں وغیرہ پر بھی لایا جاتا ہے۔ ٹریکٹر ٹرالیوں کے مالکان اپنی گاڑیوں کو اوور لوڈ کر لیتے ہیں۔ تاہم جب ایسی اوور لوڈ گاڑیاں ٹریفک پولیس کے زیر کنٹرول علاقوں سے گزرتی ہیں تو ان کے خلاف حسب ضابطہ قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ گنا سے اوور لوڈ ٹریکٹر ٹرالیاں اکثر خراب ہو جاتی ہیں جو ٹریفک جام ہونے کا سبب بنتی ہیں تاہم ان کو فوری طور پر راستے سے ہٹا کر ٹریفک بحال کی جاتی ہے اور اگر ایسی گاڑی حرکت کرنے کے قابل نہ ہو دیگر ٹریفک کے لئے متبادل راستے کا بندوبست کیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس کو مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ٹریفک کی روانی متاثر نہ ہو۔ علاوہ ازیں گنا کرشنگ کے سیزن میں متعلقہ علاقوں میں اضافی ڈیوٹی کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔

سال 2013 میں اور جنوری 2014 سے 30۔ اپریل 2014 تک ٹریفک پولیس پنجاب نے اپنے دائرہ اختیار میں 31 اضلاع میں (ماسوائے لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، ملتان اور

فیصل آباد جو کہ سٹی ٹریفک پولیس وارڈن سسٹم کے زیر انتظام ہیں) اوور لوڈ ٹریکٹر ٹرالیوں کے خلاف جو کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

Period	No. of Challans against overloading by tractor/trolley	Fine imposed
2013	26,660	Rs. 13,330,000
2014	9,466	Rs. 4,733,000

(ب) یہ درست ہے کہ اکثر ٹریکٹر، ٹرالیوں کے مالکان اور ڈرائیوران بیک لائٹس کا بندوبست نہیں کرتے جو حادثات کا سبب بنتی ہیں تاہم گنے کے سیزن میں جو گاڑیاں گنا کھیتوں سے ملوں تک ٹرانسپورٹ کرتی ہیں ان گاڑیوں کے مالکان کو شوگر مل ہائے میں جا کر بذریعہ ٹریفک ایجوکیشن خصوصی بریفنگ دی جاتی ہے کہ گاڑیوں کی بیک لائٹس درست رکھیں ریفلیکٹر بھی لگوائے جاتے ہیں اور بذریعہ تار ٹریکٹر ٹرالی کی بیک سائیڈ پر خصوصی لائٹ کا انتظام کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے تاکہ دھند اور اندھیرے میں ایسی گاڑیاں حادثات کا باعث نہ بنیں۔ جو مالکان / ڈرائیوران متذکرہ بالا ہدایات پر عمل پیرا نہیں ہوتے ان کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے تاکہ ایسی گاڑیاں حادثات کا مؤجب نہ بنیں۔

(ج) گنا لوڈ کرنے کے لئے اور دیگر اجناس کو کھیتوں سے ملز تک اور منڈی تک لے جانے کے لئے زیادہ تر ٹریکٹر ٹرالیاں ہی استعمال کی جاتی ہیں لیکن ان ٹرالیوں کا کوئی سائز مختص نہ کیا گیا ہے ٹریکٹر ٹرالی مالکان مرضی کے مطابق باڈی میکرز سے تیار کرواتے ہیں۔ تاہم ٹریکٹر ٹرالی / ٹرالا کا سائز متعین کرنا ٹریفک پولیس کے دائرہ اختیار میں نہ ہے اس سلسلہ میں قانون پاس کیا جانا ضروری ہے جو کہ حکومت پنجاب کے دائرہ اختیار میں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اس سوال کے تینوں جز کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ جواب درست ہیں لیکن درستی میں بھی ایک عذر بدتر از گناہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں میرا سوال یہ ہے کہ جہاں جہاں بھی sugarcane grow ہوتا ہے اور شوگر ملیں قائم ہیں اُس سے ہر طرح کی ٹریفک متاثر ہوتی ہے۔ ٹریکٹر، ٹرالی کے ساتھ لوگ عموماً دو دو ٹرالیاں بھی جوڑ کر لے جاتے ہیں اور ٹرالیوں سے باہر گنّا اتنا overloaded ہوتا ہے جس سے وہ حادثات کا باعث بنتی ہیں۔ دوسرا ان کے پیچھے لمبی قطاریں لگی رہتی ہیں۔

جناب سپیکر! تیسری بات جس پر عذر بد تراز گناہ ہے کہ back light کے بارے میں انہیں ہدایت بھی کی جاتی ہے لیکن ہم نے کسی بھی ٹرالی پر کبھی بھی back light نہیں دیکھی ہے للذا ان کو پابند کیا جانا ضروری ہے۔ دوسرا عذر بد تراز گناہ یہ پیش کر دیا گیا ہے کہ یہ صوبائی اسمبلی قانون پاس کرے کہ وہ ٹریکٹر، ٹرالی اور ٹرالر کا سائز متعین کرے تاکہ وہ گنا ٹرالی کے اندر ہی رہے۔ اس بارے میں معزز پارلیمانی سیکرٹری کیا فرمائیں گے؟

جناب سپیکر: میں تمام معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ ضمنی سوال کو جتنا آرام سے کریں گے اتنا ہی آپ کو جواب بھی آرام سے مل سکے گا۔ آپ لمبی چوڑی تقریر شروع کر دیتے ہیں جس سے ایوان کے ٹائم کا بہت نقصان ہوتا ہے اس لئے مہربانی فرمایا کریں اور اس کو ذرا شارٹ کیا کریں۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ٹرک، ٹرالر یا ٹرالی کی جو body making ہوتی ہے اسے ہوم ڈیپارٹمنٹ approve نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ ٹرالی کا سائز صحیح approve نہیں کیا گیا ہوتا اس لئے ہم نے یہ suggestion دی ہے کہ اس پر کوئی قانون سازی کی جائے جس سے اس کا سائز مقرر ہو سکے۔ جہاں تک اس کی reflector، لائٹیں اور دوسری چیزیں ہیں جن پر ٹریفک پولیس ایکشن لے سکتی ہے یا چالان کرتی ہے اس کی تفصیل میرے پاس موجود ہے جو میں بتانے کے لئے تیار ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال جز (د) سے متعلق ہے۔ اس کی تفصیل میاں محمد رفیق نے بیان کر دی ہے اور محکمے نے recommend کیا ہے کہ ٹریکٹر، ٹرالی اور ٹرالر کے ڈیزائن کو designate ہونا چاہئے۔ گنّے کے سیزن میں سڑکوں پر جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ بہر حال آپ نے کہا ہے کہ لمبی بات نہ کی جائے اس لئے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ سوال 9۔ جون 2014 کو اسمبلی سیکرٹریٹ میں آگیا تھا، محکمے نے suggest کیا کہ اس سلسلے میں قانون پاس کیا جانا ضروری ہے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اس سوال کے مطابق محکمہ داخلہ تو حکومت پنجاب نہیں ہے۔ چلیں، ہم یہ بات مان لیتے ہیں کہ یہ حکومت پنجاب نہیں ہے اور انہوں نے متوجہ بھی کر دیا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا انہوں نے اس ضمن میں قانون پاس کروانے کے لئے محکمہ قانون سے بات کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سوال اسمبلی floor پر پیش ہونے سے قبل اس کو کہیں publish کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی جگہ پر display کیا جا سکتا ہے اس لئے ہم نے محکمے کو نہیں لکھا کہ جب یہ سوال اور اس کا جواب اسمبلی میں آجائے گا پھر ہم ڈیپارٹمنٹ کو لکھ دیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ماشاءاللہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب سمجھدار ہو گئے ہیں۔ چلیں، یہ بتا دیں کہ اب یہ سوال اسمبلی کے floor پر آ گیا ہے کیا اب یہ اس حوالے سے محکمہ قانون کو لکھیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ہمارا ڈیپارٹمنٹ آج ہی لکھ دے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! زندہ باد، بہت پھرتی ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 4152 جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری اشرف علی انصاری کا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ ٹرالی کی ساخت کے متعلق آرڈیننس آچکا ہے اور اس پر قانون سازی کی جائے گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! معزز پارلیمانی سیکرٹری کو پتا نہیں تھا اب پرچی آئی ہے تو انہوں نے بتایا ہے۔

جناب سپیکر: معلومات حاصل کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔ جی، چودھری اشرف علی انصاری!

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! سوال نمبر 4185 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ کے ماڈل پولیس سٹیشن سے متعلقہ تفصیلات

*4185: چودھری اشرف علی انصاری: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں کون کون سے ماڈل پولیس سٹیشن ہیں اور ان کو کب ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دیا گیا؟

(ب) مذکورہ پولیس سٹیشن کے اشتہاری اور مفرور ملزمان کے نام اور پتا سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ج) ضلع گوجرانوالہ کے کن پولیس سٹیشن کو مستقبل قریب میں ماڈل پولیس سٹیشن میں شامل کر لیا جائے گا؟

(د) کسی بھی تھانے کو ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دینے کا معیار کیا ہے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) سٹی پولیس آفیسر گوجرانوالہ کی رپورٹ کے مطابق ضلع گوجرانوالہ میں تین ماڈل پولیس سٹیشن ہیں۔

1۔ تھانہ ماڈل ٹاؤن

2۔ تھانہ کینٹ

3۔ تھانہ صدر کامونکی، تھانہ ماڈل ٹاؤن کو 16۔نومبر 2012، تھانہ کینٹ کو 16۔نومبر 2012 اور تھانہ صدر کامونکی کو 7۔اکتوبر 2009 کو ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دیا گیا۔

(ب) سٹی پولیس گوجرانوالہ کی رپورٹ کے مطابق مذکورہ پولیس کے اشتہاری اور مفرور ملزمان کے نام اور پتا کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ تھانہ وار تعداد حسب ذیل ہے:

تھانہ صدر کامونکی	=	215
تھانہ کینٹ	=	452
تھانہ ماڈل ٹاؤن	=	702

(ج) سٹی پولیس آفیسر گوجرانوالہ کی رپورٹ کے مطابق مستقبل قریب میں تھانہ پیپلز کالونی، سیٹلائٹ ٹاؤن، کوتوالی، علی پور چٹھہ اور گکھڑ منڈی کو ماڈل پولیس سٹیشن میں شامل کر لیا جائے گا۔

(د) ڈی آئی جی (پی ایچ پی) کی رپورٹ کے مطابق وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی زیر صدارت پراجیکٹ ڈائریکٹر ماڈل پولیس سٹیشن کو کمیٹی برائے قیام ماڈل پولیس سٹیشن کے اجلاس میں فیز-I کے 51 ماڈل پولیس سٹیشن اور فیز II کے 49 کو ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دیا گیا جس کا معیار ذیل ہے:

I. ایسے پولیس سٹیشن جو شہری علاقوں میں واقع ہیں انہیں ترجیح دی جائے گی۔
II. شہری علاقوں میں واقع ایسے پولیس سٹیشن جن کی عمارت نئی ہو انہیں ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! جز (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ ضلع گوجرانوالہ میں کون کون سے ماڈل سٹیشن ہیں اور ان کو کب ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دیا گیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گوجرانوالہ میں تین ماڈل پولیس سٹیشن ہیں۔ اس میں ماڈل ٹاؤن، کینٹ اور صدر کامونکی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان تھانوں کو ماڈل پولیس سٹیشن بنانے کے کیا اغراض و مقاصد تھے اور وہ پورے ہو گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جہاں پر بھی ماڈل پولیس سٹیشن بنائے گئے ہیں ان کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ تھانے کی بلڈنگ کو بہتر بنایا جائے، لوگوں کے بیٹھنے کے لئے proper waiting room بنایا جائے۔ اس کے علاوہ فیکس اور latest equipments فراہم کئے جائیں۔ ہمارے اغراض و مقاصد یہی تھے کہ شہریوں کو بہتر سہولت مہیا کی جائے، انہیں بہتر طریقے سے treat کیا جائے اور ان ماڈل پولیس سٹیشنوں پر یہ مقصد حل ہو رہا ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! کیا صرف یہ اغراض و مقاصد تھے کہ بہترین بلڈنگ بنا دی جائے اور بیٹھنے کے لئے جگہ دے دی جائے جو مجرمان declare ہو چکے ہیں ان کو پکڑنے کے سلسلے میں انہوں نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ سوال کے جواب میں جو اشتہاری مجرمان کی تفصیل دی ہے ان میں تھانہ صدر کامونکی میں 215، تھانہ کینٹ میں 452 اور تھانہ ماڈل ٹاؤن میں 702 اشتہاری مجرمان ہیں۔ ایک اشتہاری مجرم علاقے کا سکون و چین برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور یہ تین تھانوں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ چودھری اختر صاحب یہاں تشریف فرما ہیں ان کے بھائی کے قاتل بھی اشتہاری مجرمان ہیں ان کی وجہ سے سارے شہر کا سکون برباد ہے۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں ہے اس لئے ماڈل تھانے بنانے کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے ہوئے نظر نہیں آ رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ماڈل تھانہ ہو یا کوئی عام تھانہ ہو اشتہاریوں کے متعلق، مجرمان کے متعلق اور کرائم کے متعلق ان کے کام ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ

نہیں ہے کہ ماڈل تھانوں میں کرائم پیشہ لوگوں کے خلاف کارروائی ہوتی ہے اور عام تھانوں میں نہیں ہوتی۔انہوں نے تو ماڈل تھانوں میں مزید سہولیات کے حوالے سے سوال کیا تھا اس کا جواب دیا ہے اور جو ماڈل تھانے ہیں وہ ماڈل ٹاؤن، کینٹ اور صدر کاموں کی ہیں۔ میں 2012 سے اب تک سال وار crime figure بتاؤں گا تو آپ اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ وہاں پر بہتری آ رہی ہے۔ماڈل ٹاؤن تھانہ میں 2012 میں crime figure 1217 تھا، 2013 میں 1225 تھا، 2014 میں 1211 تھا، 2015 میں 1169 اور 2016 میں 179 تھا۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ شہریوں کو ماڈل تھانے بنانے سے کیا فائدہ پہنچا ہے؟ شہروں کو تھانوں کی اچھی بلڈنگ بنانے سے کوئی سروکار نہیں ہے، شہریوں کو تو جان و مال کا تحفظ چاہئے اور جان و مال کا تحفظ صرف اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر ملزمان اور مجرمان کے خلاف بروقت کارروائی کی جائے۔انہوں نے جو اشتہاری ملزمان کی فہرست دی ہے تو یہ ان کو کب تک گرفتار کر لیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اشتہاریوں کو پکڑنے کے لئے سپیشل ٹیمیں بنائی گئی ہیں، وہ مختلف جگہوں پر ریڈ کر رہی ہیں اور اشتہاریوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ پوچھنا ہے کہ ہمارے بھائی رانا شمشاد قتل ہو گئے تھے اور ان کا کیس بھی انہی ماڈل تھانے میں درج ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس بارے میں توجہ دلاؤ نوٹس کو pending کیا ہوا ہے اس کا جواب آئے گا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں جن کا سوال ہے ان کو بات کرنے دیں۔ میرے خیال میں اس پر کافی ضمنی سوالات ہو گئے ہیں۔اگلا سوال بھی چودھری اشرف علی انصاری کا ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! سوال نمبر 4186 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ: سال 2012 میں اغواء برائے تاوان کی وارداتوں سے متعلقہ تفصیلات

*4186: چودھری اشرف علی انصاری: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں جنوری 2012 سے آج تک اغواء برائے تاوان کی کتنی وارداتیں ہوئیں، تھانہ وار تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) ان وارداتوں میں اغواء کئے گئے کتنے مغویوں کو بحفاظت بازیاب کرالیا گیا اور کتنے مغویوں کو جان سے مار دیا گیا؟

(ج) مذکورہ وارداتوں میں ملوث ملزمان کو پکڑنے اور مغویوں کو رہا کرانے کے لئے کتنے پولیس اہلکاران کو انعامات سے نوازا گیا، نام، عہدہ اور انعامات کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں جنوری 2012 سے آج تک اغواء برائے تاوان کی 19 وارداتیں ہوئیں جن کی تفصیل ذیل ہے:

تھانہ	مقدمات اغواء برائے تاوان
کھیالی	1
سول لائن	3
نوشہرہ ورکاں	1
اروپ	1
سٹی وزیرآباد	1
صدر کامونکی	3
سیٹلائٹ ٹاؤن	1
واہنڈو	1
سبزی منڈی	2
دھلے	2
صدر گوجرانوالہ	1
جناح روڈ	1
گرجاکھ	1

(ب)

بازیاب	قتل
20	04

(ج) مذکورہ وارداتوں میں ملوث ملزمان کو پکڑنے اور مغویوں کو رہا کرانے کے سلسلہ میں کسی بھی اہلکار کو انعامات سے نہ نوازا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! سوال کی جز (الف) میں انہوں نے بتایا ہے کہ ضلع گوجرانوالہ میں جنوری 2012 سے آج تک اغواء برائے تاوان کی 19 وارداتیں ہوئی ہیں جن کی تفصیل انہوں نے دی ہے تو جز (ب) میں پوچھا گیا تھا کہ کتنے مغویوں کو بازیاب کرایا گیا ہے اور کتنے قتل ہو گئے ہیں؟ اس میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ 20 کو بازیاب کروالیا گیا ہے اور 4 افراد قتل ہو گئے تھے تو یہ وجوہات بتانا پسند فرمائیں گے کہ جو یہ 4 مغوی قتل ہو گئے تھے اور اپنی جان سے گئے ہیں تو اس میں کس جگہ پر سکیورٹی lapse ہوا تھا یا پولیس کی طرف سے صحیح طریقے سے ان مقدمات کو tackle نہیں کیا گیا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اغواء کار بعض اوقات وارثان کے ساتھ رابطے کی وجہ سے پکڑے جانے کے ڈر سے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے اغواء کیا ہے یا تاوان نہ ملنے کی وجہ سے مغوی قتل ہو جاتے ہیں۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! معزز پارلیمانی سیکرٹری مفروضہ پر بات کر رہے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے لیکن میں تو specifically ان چار کیسوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ ان چار افراد کا جو قتل ہوا ہے اس کی وجوہات کیا تھیں اور اس کے پیچھے کون کون سے عوامل تھے کہ یہ بے چارے جان سے چلے گئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اس کی تفصیل ڈیپارٹمنٹ سے لے کر بتادی جائے گی۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ج) میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مذکورہ وارداتوں میں ملوث ملزمان کو پکڑنے اور مغویوں کو رہا کرانے کے سلسلے میں کسی بھی اہلکار کو انعامات سے نہ نوازا گیا ہے تو معزز پارلیمانی سیکرٹری اس جواب کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ یہ جواب صحیح ہے کیونکہ میں کہتا ہوں کہ ان کو انعامات سے نوازا گیا ہے۔ یہ تصدیق کر کے بتادیں اور اگر جواب غلط ہوا تو پھر میں تحریک استحقاق لانے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جو ڈیپارٹمنٹ نے جواب جمع کرایا ہے یا دیا ہے وہ یہی ہے لیکن اگر کسی اہلکار یا آفیسر نے کوئی غلط جواب دیا ہے تو معزز ممبر اس کی نشاندہی کریں اور ڈیپارٹمنٹ اس کے خلاف ایکشن لے گا۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میں نشاندہی تو کر رہا ہوں کیونکہ یہاں ڈیپارٹمنٹ بھی بیٹھا ہے اور یہ خود بھی بیٹھے ہیں۔ یہ آپس میں تصدیق اور تسلی کر لیں پھر اس کے بعد جواب دیں۔ یہ ایوان کو [****] نہیں بنا سکتے۔ یہ انہوں نے سوچ سمجھ کر جواب دیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: [****] الفاظ کو حذف کیا جاتا ہے۔ انصاری صاحب! آپ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو نشاندہی کی ہے ہم مزید اسے دیکھ لیتے ہیں اور اگر اس میں کوئی ایسی بات ہے جس طرح معزز ممبر فرما رہے ہیں تو ان کے خلاف ڈیپارٹمنٹ ایکشن لے گا۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ تسلی کر کے ایوان کو کب بتا دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، جب ان کی ٹرن آئے گی تو پھر یہ بتا دیں گے۔ اگلا سوال نمبر 4270 چودھری عامر سلطان چیمہ کا ہے۔ ان کی request آئی تھی لہٰذا اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ حنا پرویز بٹ کا ہے۔

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5160 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: وومن پولیس سٹیشنز کی تعداد سے متعلقہ تفصیلات

*5160: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور شہر میں وومن پولیس سٹیشن کتنے ہیں؟

(ب) کیا یہ خواتین کی تعداد کے مطابق کافی ہیں یا ان کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے؟

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

(ج) سال13-2012 میں لاہور میں موجود وومن پولیس سٹیشنز میں کتنے مقدمات کن کن دفعات کے تحت درج ہوئے اوران پر کیا کارروائی ہوئی؟

(د) کیا حکومت لاہور کی طرح پنجاب کے باقی شہروں میں بھی خواتین کے لئے علیٰحدہ پولیس سٹیشنز قائم کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہراعجازاحمداچلانہ):

(الف) لاہور شہر میں صرف ایک ہی وومن پولیس سٹیشن ہے۔

(ب) خواتین کی تعداد کے مطابق وومن پولیس سٹیشن بڑھانے کی ضرورت ہے۔

(ج) سال13-2012لاہور میں موجود وومن پولیس سٹیشن میں جتنے مقدمات جن جن دفعات کے تحت درج ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

سال2012

نوعیت جرم	کل مقدمات	چالان	خارج	عدم پتا
اقدام قتل	2	2	-	-
ضرر	2	2	-	-
اغواء	4	2	1	1
گینگ ریپ	1	–	1	–
ریپ	7	1	6	–
489/F	9	7	2	–
متفرق کرائم	71	41	21	9
متفرق سرقہ	28	19	6	3
نقب زنی	3	1	2	–
ڈاینڈفورجری	-	-	-	-
ٹوٹل	127	75	39	13

سال2013

نوعیت جرم	کل مقدمات	چالان	خارج	عدم پتا
اقدام قتل	–	–	–	-
ضرر	1	–	1	–
اغواء	–	–	–	–
گینگ ریپ	1	–	1	–
ریپ	1	–	1	–
489/F	4	4	–	–
متفرق کرائم	29	16	2	1

متفرق سرقہ	15	8	5	2
نقب زنی	–	–	–	–
ڈاینڈفورجری	1	1	–	–
ٹوٹل	52	29	20	3

(د) لاہور، راولپنڈی اور فیصل آباد میں لیڈی پولیس سٹیشنز کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ ضلع گوجرانوالہ اور ملتان میں لیڈی پولیس سٹیشنز کے قیام کے لئے تحرک کیا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ باقی اضلاع میں لیڈی پولیس سٹیشنز بنانا زیر غور نہ ہے۔کیونکہ ماضی میں بڑے شہروں میں علیٰحدہ خواتین پولیس سٹیشن کے قیام سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے بلکہ کارکردگی اور انتظامی مسائل میں مزید اضافہ ہوا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے تو satisfy کر کے بات ختم کر دی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ حکومت خواتین کی بڑی چمپیئن ہے۔انہوں نے مک مکا اس لئے کیا ہے کہ جب یہ بات ایوان میں آئے گی اور کچا چٹھا کھلے گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! آپ ایسی بات نہ کریں۔آپ کی بڑی مہربانی، اب ہم اگلے سوال کو لیتے ہیں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! وزیراعلیٰ نے وعدہ کیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: اب اس پر بات نہیں ہو سکتی۔آپ کی بڑی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔اگلا سوال بھی محترمہ حنا پرویز بٹ صاحبہ آپ کا ہے۔

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5161 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ بھر میں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو سے متعلقہ تفصیلات

*5161: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بھر کے بے سہارا بچوں کو تحفظ دینے کے لئے مختلف اضلاع میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے ادارے بنے ہوئے ہیں؟
(ب) اگر یہ درست ہے تو چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں کس قسم کے بچوں کو تحفظ دیا جاتا ہے؟
(ج) کتنی عمر تک کے بچوں کو وہاں پر لایا جاتا ہے اور کتنی عمر تک بچے ادارے کے پاس رہ سکتے ہیں؟
(د) 2012-13 کے دوران کتنے بچے بیورو کے پاس لائے گئے اور یہ کس قسم کے تھے، نیز کتنے بچوں کو ان کے والدین کے سپرد کیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):
(الف) جی یہ درست ہے کہ صوبہ بھر کے بے سہارا بچوں کو تحفظ دینے کے لئے مختلف اضلاع میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے ادارے بنے ہوئے ہیں۔
(ب) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں بے سہارا، گم شدہ، گھروں سے بھاگے ہوئے، بھیک مانگتے ہوئے، جسمانی / جنسی تشدد اور عدم توجہی کے شکار بچوں کو تحفظ دیا جاتا ہے۔
(ج) 15 سال کی عمر تک کے بچوں / بچیوں کو یہاں لایا جاتا ہے اور 18 سال کی عمر تک ان بچوں کو یہاں رکھا جاتا ہے۔
(د) 2012-13 کے دوران 1809 بچوں کو چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے اداروں میں لایا گیا اور ان میں سے 1746 بچوں کو چائلڈ پروٹیکشن کورٹ کے ذریعے ان کے والدین کے سپرد کر دیا گیا۔ ان بچوں میں گھروں سے بھاگے ہوئے، گم شدہ، بھیک مانگتے ہوئے، بے سہارا اور عدم توجہی کے شکار بچے شامل تھے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے بھی مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال نمبر 5332 الحاج محمد الیاس چنیوٹی کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اب اگلا سوال جناب امجد علی جاوید کا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سوال نمبر 5657 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ: چرس، شراب فروشی کے دھندہ سے متعلقہ تفصیلات

*5657: جناب امجد علی جاوید: کیاوزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس کے گردو نواح میں چرس، شراب اور ہیروئن فروشی کا دھندا سر عام ہو رہا ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس گھناؤنے دھندے کو متعلقہ ادارے روکنے میں ناکام رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمانہ ایکسائز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نارکوٹکس اور ڈرگ کے انسداد کے لئے ایک کلرک ہے اور وہ بھی دل کا مریض ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس دھندے میں ملوث جرائم پیشہ افراد انتہائی طاقتور ہیں اور پولیس ان پر ہاتھ ڈالنے سے گریزاں ہے جس سے حوصلہ پاکر اس دھندے میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے؟

(ہ) کیا حکومت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے شہریوں کو اس لعنت سے نجات دلانے کے لئے ٹھوس اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر رکھتی ہے تو کب تک؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ کیونکہ جب بھی ایسے گھناؤنے جرم کی اطلاع موصول ہوتی ہے تو فوری طور پر ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے بلکہ ضلع ہذا کی پولیس نے سابقہ سال میں منشیات کا دھندہ کرنے والوں کے خلاف کل 898 مقدمات درج رجسٹر ہوئے اور ان مقدمات میں 56220 گرام چرس، 18463 لٹر شراب، 2884 لٹر لاھن، 92 چالو بھٹی، 37255 گرام ہیروئن اور 12 من 750 گرام بھکی برآمد کی۔

مزید رواں سال میں منشیات فروشوں کے خلاف کل 251 مقدمات درج رجسٹر ہوئے ان مقدمات میں 6030 گرام ہیروئن، 24134 گرام چرس، 3478 لٹر شراب اور 25 چالو بھٹی برآمد کی گئی۔

(ج) درست نہ ہے۔ محکمہ ایکسائز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نارکوٹکس اور ڈرگ کے انسداد کے لئے جو سٹاف تعینات ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام	عہدہ	تاریخ تعیناتی
1	قمر الحسن سجاد	ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر	30-04-2015
2	ساجد نعیم خان	اسسٹنٹ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر	12-01-2010
3	محمد فاروق احمد	ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر	06-07-2013
4	محمد افضل	ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کانسٹیبل	25-11-1987

(د) یہ غلط ہے۔ قانون سے بڑھ کر کوئی نہ ہے، جب بھی کسی کے خلاف اس قسم کی کوئی اطلاع موصول ہوتی ہے تو اس کے خلاف فوراً کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ہ) اس بابت ضلع ہذا کے تمام SDPOs اور SHOs صاحبان کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے علاقہ / حدود کے اندر منشیات فروشوں پر کڑی نگرانی رکھیں اور ان کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائیں۔ اس بارے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی یا لاپرواہی سامنے آنے پر ذمہ داران کے خلاف سخت محکمانہ کارروائی کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جز (الف) میں سوال یہ کیا گیا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس کے گردونواح میں چرس، شراب اور ہیروئن فروشی کا دھندا سرعام ہو رہا ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے؟ اور جواب یہ ہے کہ یہ درست نہ ہے کیونکہ جب بھی ایسے گھناؤنے جرم کی اطلاع موصول ہوتی ہے تو فوری طور پر ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ یہ وہ سچ ہے جو ہم آئے روز اخباروں میں پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ہم روزانہ سامنا کرتے ہیں اور یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ درست نہ ہے تو جو ہم دیکھتے ہیں اس کو درست مانیں یا ان کو درست مانیں؟

جناب سپیکر: جو ان کے پاس رپورٹ آئی ہے اس کے مطابق انہوں نے بتا دیا ہے اور آپ کے پاس جو ہے وہ آپ بات کر لیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! ہر سال اور ہر روز جو اخباروں میں رپورٹ ہوتی ہیں تو وہ indication ہے کہ یہ جرم بڑھ رہا ہے اور اس پر کوئی کارروائی نہیں ہو رہی اور یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ڈیپارٹمنٹ نے جو جواب دیا ہے وہ اس لئے دیا ہے کہ وہاں یہ کام سر عام ہو رہا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سر عام نہیں ہو رہا بلکہ منشیات فروش لوگ چھپ چھپا کر کاروبار کرتے ہیں۔ان کو trace کیا جاتا ہے ان پر raid کیا جاتا ہے اور مقدمات بھی درج ہوتے ہیں۔ جواب کے جز(ب) میں منشیات فروشوں پر جو مقدمات درج کئے گئے ہیں اس کی تفصیل اس میں شامل ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! معزز پارلیمانی سیکرٹری فرما رہے ہیں کہ یہ دھندہ سر عام نہیں ہو رہا۔ میں تو اپنے حلقہ کے متعلق جانتا ہوں، وہ شہر جہاں میں رہتا ہوں وہاں پر اس مقصد کے لئے چوراہے معروف ہیں، جہاں پر پڑیاں فروخت کرنے والوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں، درجنوں لوگ ہیروئن پی کر وہاں مدہوش پڑے ہوتے ہیں اور یہ روز کا معمول ہے۔اگر یہ سر عام نہیں ہے تو پھر سر عام کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! جیسا کہ جز(ب) کے جواب سے واضح ہے کہ ضلع ہذا کی پولیس نے سابقہ سال میں منشیات کا دھندہ کرنے والوں کے خلاف 898 مقدمات درج کئے، ان مقدمات میں 56220 گرام چرس، 18463 لٹر شراب، 2884 لٹر لاهن، 92 چالو بھٹی، 37255 گرام ہیروئن اور 12 من 750 گرام بھکی برآمد کی۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کارروائی ڈالنے کے لئے نمبر پورے کرنے کے لئے ایک بندے کا دس دفعہ چالان کر دیا جاتا ہے لیکن جو اصل مجرم ہیں جو اصل sponsor ہیں ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ان کی بات سنیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! متعدد بار وہاں مقامی طور پر بھی ہم اس کی نشاندہی کرتے ہیں، جب اس طرح کے سوالات آتے ہیں تو یہ پرانی لسٹیں نکال لیتے ہیں، کوئی شخص جو وہاں سے چلا گیا ہے مر گیا ہے ان کے نام لکھ کر کارروائی ڈال دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایسی کوئی نشاندہی کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں متعلقہ ڈی پی او کو متعدد مرتبہ اس بات کی نشاندہی کر چکا ہوں کہ آپ جو طریق کار اختیار کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے آپ اصل لوگوں پر ہاتھ ڈالیں؟

جناب سپیکر: آپ ان کو مطمئن کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو نشاندہی کی ہے اس کے مطابق متعلقہ ڈی پی او کو ہدایت کر دی جائے گی کہ ان منشیات فروشوں پر کڑی نگاہ رکھیں اور اس مکروہ دھندے کو ختم کرنے کے لئے پولیس کو مزید متحرک کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جز (ج) کے متعلق میرا یہ سوال ہے کہ کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ایکسائز جو پولیس کے ساتھ ساتھ وہ بھی نشہ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرتا ہے۔ Narcotics اور drug کے انسداد کے لئے ایک کلرک ہے اور وہ بھی دل کا مریض ہے۔ جو تفصیل یہاں پر دی گئی ہے اس میں چار لوگ ہیں اور یہ چاروں ٹیکسیشن سے متعلق ہیں ان میں سے کوئی بھی شخص narcotics کا کام نہیں کرتا۔ میرے سوال کے حوالے سے تو یہ جواب نہیں ہے جو یہاں پر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر !ایکسائز ڈیپارٹمنٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے under نہیں آتا۔ یہ سوال چونکہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے پاس چلا گیا تھا لہٰذا ہم نے محکمہ ایکسائز سے معلومات حاصل کر کے جواب داخل کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ اگلا سوال ڈاکٹر عالیہ آفتاب کا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! سوال نمبر 5659 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

چائلڈ رائٹ پالیسی سے متعلقہ تفصیلات

*5659: ڈاکٹر عالیہ آفتاب: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت نے چائلڈ رائٹ سے متعلق کوئی پالیسی مرتب کی ہے اگر نہیں تو کب تک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تفصیل بیان کریں؟

(ب) کیا حکومت ضلع لاہور میں بچوں کے حقوق کی آگاہی سے متعلقہ کسی مہم کا آغاز کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

(ج) کیا حکومت ضلع لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو جیسے مزید ادارے بنانے کا ارادہ رکھتی ہے کب تک، تفصیل بیان کریں؟

(د) صوبہ پنجاب میں ان بچوں کے لئے کتنے ادارے ہیں اور کہاں کہاں، تفصیل بیان کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا قیام 2004 میں ہوا، چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا مقصد بے سہارا اور عدم توجہی کا شکار بچوں کو ان کے خاندانوں سے ملوانا، خاندان کے اندر رہتے ہوئے ان کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ ان سنٹروں میں بے سہارا لاوارث بچوں کو رکھا جاتا ہے جہاں پروٹیکشن فراہم کی جاتی ہے جہاں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو بچوں کے حقوق کے لئے آزاد اور بااختیار صوبائی کمیشن برائے حقوق اطفال کے لئے کام کر رہے ہیں۔

(ب) جی ہاں! چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو نے لاہور کی سطح پر بچوں کے حقوق کی آگاہی کے سٹیمرز پی ایچ اے کے تعاون سے شہر کے اہم علاقوں مثلاً مال روڈ، ہال روڈ، لبرٹی مارکیٹ اور ڈیفنس روڈ وغیرہ پر لگوائے ہیں اور مستقبل میں اس طریق کار کو جاری رکھنے کی کوشش کی جاتی رہے گی۔ ارباب اختیار قومی اسمبلی اور پنجاب اسمبلی کے ایم پی ایز، انٹرنیشنل این جی اوز کے وفود، سماجی شخصیات، بیوروکریٹس کو وقتاً فوقتاً ہیڈ آفس چائلڈ پروٹیکشن لاہور مدعو کیا جاتا ہے اور بچوں کے حقوق کے متعلق جامعہ آگاہی مہیا کی جاتی ہے۔

(ج) ضلع لاہور میں پہلے ہی 500 بچوں اور بچیوں کے لئے چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا ادارہ قائم ہے جہاں اس وقت 250 کے قریب بچے اور بچیاں رہ رہی ہیں۔ فی الحال حکومت ضلع لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو جیسا ادارہ لاہور میں بنانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔

(د) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے زیر انتظام لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان اور راولپنڈی، سیالکوٹ میں ادارے موجود ہیں۔ ضلع رحیم یار خان میں بلڈنگ کی تعمیر جاری ہے جبکہ بہاولپور اور ساہیوال میں بیورو کو سرکاری زمین الاٹ کی جا چکی ہے۔

i. لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا ادارہ انگوری باغ سکیم شالامار لنک روڈ پر واقع ہے۔

ii. گوجرانوالہ میں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا ادارہ اولڈ کینال ریسٹ ہاؤس واقع ہے۔

iii. سیالکوٹ حسن پورہ میانہ پورہ مشرقی کیپٹل روڈ واقع ہے۔

iv. فیصل آباد چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو P-AA ویلی رضا ٹاؤن نزد پل نہر RB/204 واقع ہے۔

v. ملتان چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو A-12/444 سورج میانی روڈ نزد چونگی نمبر 1 واقع ہے۔

vi. راولپنڈی چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کوٹھاں کلاں سردار سٹریٹ ایوب پارک نزد اٹک آئل ریفائنری واقع ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! جز (الف) میں، میں نے پوچھا تھا کہ کیا حکومت نے چائلڈ رائٹ سے متعلق کوئی پالیسی مرتب کی ہے اگر نہیں تو کب تک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تفصیل بیان کریں؟ جس کا انہوں نے جواب دیا ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو بچوں کے حقوق کے لئے آزاد اور با اختیار صوبائی کمیشن برائے حقوق اطفال کے لئے کام کر رہا ہے۔ میرا اس سلسلے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ کام کب شروع ہوا ہے اس پر اب تک کیا اقدامات ہوئے ہیں اور کب تک مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور صوبائی کمیشن کب تک مکمل ہو جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے دسمبر 2015 میں ایک کمیٹی بنائی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): وزیر قانون کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی تھی اس نے کچھ سفارشات مرتب کی ہیں اس کے مطابق یہ ایک با اختیار ادارہ بنا دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا ضمنی سوال۔

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں اب تک کتنی میٹنگیں ہو چکی ہیں اور کمیٹی کی جو سفارشات ہیں کیا معزز پارلیمانی سیکرٹری اس کی detail فراہم کر سکتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! سفارشات کی کاپی میں معزز ممبر کو فراہم کر دوں گا۔

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! اسی سوال کے جز (د) میں پوچھا گیا ہے کہ صوبہ پنجاب میں ان بچوں کے لئے کتنے ادارے ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں، تفصیل بیان کریں؟ جس میں ان کا جواب آیا ہے کہ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے زیر انتظام لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان اور راولپنڈی، سیالکوٹ میں ادارے موجود ہیں۔ ضلع رحیم یار خان میں بلڈنگ کی تعمیر جاری ہے جبکہ بہاولپور اور ساہیوال میں بیورو کو سرکاری زمین الاٹ کی جا چکی ہے۔ میرا اب ضمنی سوال یہ ہے کہ ضلع رحیم یار خان میں بلڈنگ کی تعمیر کا کام کہاں تک پہنچا ہے اور یہ بلڈنگ کتنے عرصہ میں مکمل ہو جائے گی، اس کے علاوہ ساہیوال میں جو زمین الاٹ کی جا رہی ہے اس کی بلڈنگ کے لئے کوئی کام شروع ہوا ہے یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! ضلع رحیم یار خان میں جس بلڈنگ کا ذکر کیا ہے وہ مکمل ہونے والی ہے اور اسی financial year میں مکمل ہو جائے گی۔ بہاولپور اور ساہیوال میں بھی بلڈنگ زیر تعمیر ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی ڈاکٹر عالیہ آفتاب کا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! سوال نمبر 5664 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

بچوں پر جنسی تشدد سے متعلقہ تفصیلات

*5664: ڈاکٹر عالیہ آفتاب: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت بچوں پر جنسی تشدد کی روک تھام کے لئے کوئی پالیسی مرتب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، تفصیل بیان کریں؟

(ب) کیا حکومت نے ابھی تک بچوں پر جنسی تشدد سے متعلقہ کسی مہم کا آغاز کیا ہے؟

(ج) جو بچے جنسی تشدد کا شکار ہوئے ہیں حکومت نے ان کی فلاح و بہبود کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ):

(الف) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو جنسی تشدد کا شکار بچوں کو پروٹیکشن فراہم کرتی ہے اور Punjab Destitute & Neglected Children Act 2007 کی دفعہ 40 جنسی تشدد کے شکار بچوں کو پروٹیکشن فراہم کرتی ہے جس کی زیادہ سے زیادہ سزا تین سال اور جرمانہ -/50,000 روپے ہے۔ مزید برآں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے آزاد اور بااختیار صوبائی کمیشن برائے حقوق اطفال کے لئے کام کر رہا ہے۔

(ب) جی ہاں! چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو پنجاب کی سطح پر بچوں کے حقوق کی آگاہی کی ورکشاپ کرواتی ہے۔ مختلف اوقات میں بچوں کے حقوق کی آگاہی کی تشہیر کی جاتی ہے اور تمام سطح پر بچوں کے حقوق کی آگاہی کی جاتی ہے۔

(ج) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو جنسی تشدد کے شکار بچوں کو پروٹیکشن فراہم کرتی ہے اور Punjab Destitute & Neglected Children Act 2007 کی دفعہ 40 جنسی تشدد کے شکار بچوں کو پروٹیکشن فراہم کرتی ہے جس کی زیادہ سے زیادہ سزا تین سال اور جرمانہ -/50,000 روپے ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر عالیہ آفتاب: جناب سپیکر! جز (ب) میں پوچھا گیا تھا کہ کیا حکومت نے ابھی تک بچوں پر جنسی تشدد سے متعلقہ کسی مہم کا آغاز کیا ہے؟ جواب میں کہا گیا ہے کہ جی ہاں! چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو پنجاب کی سطح پر بچوں کے حقوق کی آگاہی کی ورکشاپ کرواتی ہے۔ مختلف اوقات میں بچوں کے حقوق کی اگاہی کی تشہیر کی جاتی ہے اور تمام سطح پر بچوں کے حقوق کی آگاہی کی جاتی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ ورکشاپ کب ہوتی ہے اور اس میں کس قسم کے cover topics کئے جاتے ہیں کون ان میں شامل ہوتا ہے اور کون ان کو lead کرتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! اگر محترمہ جواب کا جز (ب) پڑھ لیں تو ان کو اس کا جواب مل جائے گا۔ پھر بھی میں عرض کر دیتا ہوں یہ ورکشاپس مختلف مواقع پر کرائی جاتی ہیں، چلڈرن ڈے پر کرائی جاتی ہے، مدر ڈے پر کرائی جاتی ہے اور مختلف اوقات میں کروائی جاتی

ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر آگاہی پروگرام بھی کروایا جاتا ہے ہورڈنگز اور بینرز وغیرہ بھی لگائے جاتے ہیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! چائلڈ پروٹیکشن بیورو کو ایک مکمل بااختیار ادارے کے طور پر پنجاب کے اندر introduce کروایا گیا تھا لیکن آج تک ہم وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکے۔ آج بھی اگر لاہور کے اندر ہم چوکوں، ٹریفک سگنلز پر دیکھیں اور ابھی میں صرف لاہور کی بات کر رہی ہوں پورے پنجاب کی تو بات ہی الگ ہے۔ جب ہم ان سگنلز سے گاڑیوں پر گزرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بچے کس طرح سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ چائلڈ پروٹیکشن والے ان بچوں کو اٹھا کر ضرور لے جاتے ہیں لیکن جب ان بچوں کو ان کی فیملیز کے حوالے کیا جاتا ہے تو بچے دوبارہ انہی سگنلز پر یا کسی اور سگنل پر بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں معزز پارلیمانی سیکرٹری سے جاننا چاہیں گی کہ حکومت ادارے کی کارکردگی کو کس طرح سے چیک کر رہی ہے یا آپ نے اس ادارے میں جو لوگ بھرتی کئے ہوئے ہیں ان کی کارکردگی کو آپ کیسے چیک کرتے ہیں اس کا کیا پیمانہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! بیورو بچوں کو rescue کرتا ہے اس کے بعد عدالت میں پیش کرتا ہے عدالت انہیں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کی تحویل میں دیتی ہے۔ ادارہ parents اور ان کے بچوں کو بھی trace کرتا ہے اگر ان کے parents عدالت سے رجوع کریں اور اپنے بچوں کو لے جانا چاہیں تو پھر اس سلسلے میں بیورو کچھ نہیں کر سکتا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: .Question hour is over now جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے داخلہ (مہر اعجاز احمد اچلانہ): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ مہربانی شکریہ

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

قبائلی علاقہ جات میں بارڈر ملٹری پولیس کے پاس گاڑیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1177: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) صوبہ پنجاب کے قبائلی علاقہ جات میں بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیویز کے پاس کل کتنی گاڑیاں ہیں؟

(ب) بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیویز کو گاڑیوں کے لئے پٹرول و ڈیزل اور repair کے لئے سال12-2011 سے سال14-2013 کے لئے کتنی کتنی رقم مختص کی گئی، تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف)

بارڈر ملٹری پولیس / بلوچ لیویز، راجن پور

نام وہیکلز	تعداد	ماڈل
ہنڈا موٹر سائیکل CG-125	17	2009-10
ٹویوٹا ہائی لکس 2966-CC	10	۔ایضاً۔
ٹویوٹا ہائی لکس 2500-CC	02	۔ایضاً۔
ٹویوٹا ہائی لکس 3000-CC	02	۔ایضاً۔
کل تعداد	31	

بارڈر ملٹری پولیس / بلوچ لیویز، ڈی جی خان

بلوچ لیویز	
ڈالہ ڈبل کیبن 4x4	5
ڈالہ سنگل کیبن 4x2	6
FB ہینو ہاف باڈی ٹرک	4
سوزوکی جیپ	1
ہینو بس	1
پوٹھوہار جیپ	1
راکی جیپ ڈائٹسو	1
FB ہینو کوسٹر	1
سوزوکی خیبر کار	1
کل تعداد	21
بارڈر ملٹری پولیس	
ڈالہ ڈبل کیبن 4x4	8
ڈالہ سنگل کیبن 4X2	10
پریزن وین	1

ہینو بس	1
پوٹھوہار جیپ	1
کل تعداد	21

(ب)

سال	مختص برائے POL	مختص رقم برائے Repair
2011-12	7,90,000/-	1,00,000/-
2012-13	12,44,000/-	1,00,000/-
2013-14	12,44,000/-	1,00,000/-

بارڈر ملٹری پولیس مالی سال 2011-12	
پٹرول وڈیزل	37,00,000/-
مرمتی	3,50,000/-
مالی سال 2012-13	
پٹرول وڈیزل	37,00,000/-
مرمتی	3,50,000/-
مالی سال 2013-14	
پٹرول وڈیزل	47,92,000/-
مرمتی	4,00,000/-
بلوچ لیویز	
مالی سال 2011-12	
پٹرول وڈیزل	23,00,000/-
مرمتی	3,50,000/-
مالی سال 2012-13	
پٹرول وڈیزل	28,00,000/-
مرمتی	4,00,000/-
مالی سال 2013-14	
پٹرول وڈیزل	28,80,000/-
مرمتی	58,30,000/-

صوبہ کے قبائلی علاقہ جات میں بارڈر ملٹری پولیس میں افسران کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1178: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ پنجاب کے قبائلی علاقہ جات کون کون سے ہیں اور وہاں بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیویز اہلکار اور افسران کی تعداد کیا ہے؟

(ب) بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیویز میں کیا فرق ہے؟

(ج) بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیویز میں بھرتی اور ترقیوں کا کیا طریق کار ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) بلوچ لیوی:

جو کہ ایمرجنسی کی صورت میں امدادی فورس ہے جس کا اپنا کوئی علاقہ نہ ہے جو بوقت ایمرجنسی / ضرورت پنجاب پولیس اور BMP کی امداد کے طور پر کام کرتی ہے۔ بلوچ لیوی کا ہیڈ کوارٹر ڈیرہ غازی خان میں ہے نیز بلوچ لیوی اہلکاران اور افسران کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	منظور شدہ نفری	حاضر نفری	کمی نفری
1) افسران	02	Nil	02
2) اہلکاران	500	157	343

بارڈر ملٹری پولیس:

کوہ سلیمان کے 6475 مربع کو میٹر علاقہ پر مشتمل ہے۔ بارڈر ملٹری پولیس انتظامی حوالے سے ٹرائبل ایریا میں پنجاب پولیس کی طرح فرائض سرانجام دیتی ہے۔ بارڈر ملٹری پولیس کا ہیڈ کوارٹر ڈیرہ غازی خان میں ہے نیز BMP اہلکاران اور افسران کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	منظور شدہ نفری	حاضر نفری	کمی نفری
1) افسران	03	02	01
2) اہلکاران	517	363	154

(ب) بلوچ لیوی:

ایک امدادی فورس (Reserve Force) ہے جو کہ بوقت ضرورت ضلعی انتظامیہ، پنجاب پولیس اور BMP کو امداد فراہم کرتی ہے۔ جبکہ بلوچ لیوی کا نہ تو اپنا کوئی تھانہ ہے اور نہ کوئی مختص علاقہ ہے۔ بلوچ لیوی کے جوان بلوچ لیوی لائن ڈیرہ غازی خان، واہوا تحصیل تونسہ اور فورٹ منرو میں تعینات رہتے ہیں۔ مزید برآں بلوچ لیوی کے جوانوں سے دوران فلڈ، ریونیو وصولی، سکواڈ ڈیوٹی، محرم / الیکشن ڈیوٹی اور ہر قسم کے آپریشن کے دوران بھی ڈیوٹی لی جاتی ہے۔

بارڈر ملٹری پولیس ڈیرہ غاری خان کے قبائلی علاقہ میں پنجاب پولیس کی طرز پر علاقہ میں امن عامہ بحال رکھنے کے امور سرانجام دیتی ہے۔ BMP کے زیر کنٹرول تھانہ جات کے ذریعے علاقہ میں جرائم کے خاتمہ اور امن وامان کی بحالی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ٹرائبل ایریا ڈیرہ غازی خان کی سرحد ملک کے دو صوبوں بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی سرحدوں سے ملتی ہے۔ BMP مابین صوبائی نقل وحمل پر بھی نظر رکھتی ہے۔

(ج) بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیوی میں بھرتی اور ترقی کے طریق کار کے لئے ترمیم شدہ ایکٹ 2007اور ترمیمی رولز2009 کے ذریعہ کیا جاتا ہے جن کی کاپیاں برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔BMP/BL سروس رولز 2009 کے تحت BMP میں صرف ٹرائبل ایریا میں موجود قبائل کے افراد کو بھرتی کیا جاتا ہے لہذا ترقی کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مختلف کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں جس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ بلوچ لیوی کی بھرتی میں زیادہ تر قبائلی علاقے کے لوگوں کو ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔

ضلع لاہور: اغواء، ریپ کے مقدمات و دیگر تفصیلات

*2618: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں سال 2012 کے دوران ڈکیتی، گاڑی چوری، اغواء، ریپ، گینگ ریپ کے مقدمات کن کن تھانوں میں کون کون سی تاریخوں میں درج ہوئے؟

(ب) سال 2012 کے دوران مذکورہ مقدمات کے کتنے ملزمان گرفتار کرکے، چالان مکمل کرکے عدالتوں میں پیش کرکے کتنے ملزمان کو سزائیں اور جرمانہ ہوا، مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 2012 کے دوران ڈکیتی، گاڑی چوری، اغواء، ریپ، گینگ ریپ کے ذیل مقدمات مختلف تھانہ جات میں درج ہوئے جن کی تفصیل ڈویژن وار ذیل ہے:

نام ڈویژن	ڈکیتی	گاڑی چوری	اغواء	ریپ	گینگ ریپ
سٹی	38	157	15	51	03
کینٹ	38	937	649	64	04
سول لائنز	11	205	246	30	02
صدر	71	417	571	58	08
اقبال ٹاؤن	15	313	257	21	04
ماڈل ٹاؤن	25	383	157	26	03
میزان	198	2412	1895	250	24

(ب) سال 2012 کے دوران ڈکیتی، گاڑی چوری، اغواء، ریپ، گینگ ریپ کے ذیل ملزمان گرفتار کرکے چالان مکمل کرکے عدالتوں میں پیش کئے گئے جن کی تفصیل ڈویژن وار درج ذیل ہے:

نام ڈویژن	کل مقدمات	گرفتار ملزمان	چالان ملزمان	سزائیں	جرمانہ
سٹی	264	182	96	–	–
کینٹ	1692	1643	1643	–	–
سول لائنز	496	232	249	–	–
صدر	1125	884	884	02	–
اقبال ٹاؤن	–	–	–	–	–
ماڈل ٹاؤن	594	298	260	30	24
میزان	4171	3239	3132	32	24

ضلع فیصل آباد: قتل کے مقدمہ جات و دیگر تفصیلات

*3126: میاں طاہر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جنوری 2013 سے آج تک ضلع فیصل آباد کی حدود میں کتنے افراد قتل ہوئے، ان کے مقدمہ جات کس کس تھانہ میں درج ہوئے؟

(ب) ان میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے ابھی تک مفرور ہیں، مفرور ملزمان کے نام و پتا جات بتائیں؟

(ج) کتنے مقدمہ جات کے چالان عدالتوں میں پیش کر دیئے گئے ہیں، کتنے ابھی زیر تفتیش ہیں؟

(د) جن مقدمہ جات کے ملزمان مفرور ہیں ان کو گرفتار کرنے اور زیر تفتیش مقدمہ جات کو مکمل کر کے چالان عدالتوں میں پیش کرنے کے لئے محکمہ پولیس کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یکم جنوری سال 2013 سے آج تک ضلع فیصل آباد میں قتل کے (562) مقدمات درج رجسٹر ہوئے جن میں کل (620) افراد قتل ہوئے، جن میں تھانہ جات میں قتل کے مقدمات درج ہوئے ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع فیصل آباد میں اب تک قتل کے (993) ملزمان گرفتار ہوئے ہیں اور (259) ملزمان مفرور ہیں جن کے نام و پتا جات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع فیصل آباد میں (387) مقدمات کے چالان داخل عدالت کروائے جا چکے ہیں اور (117) مقدمہ جات زیر تفتیش ہیں۔

(د) مفرور ملزمان کی گرفتاری کے لئے ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں اور ان کو ہدایت ہوئی ہے کہ مفرور ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کریں اور تفتیشی افسران کو ہدایت ہوئی ہے کہ زیر تفتیش مقدمات کو جلد از جلد حقائق کی روشنی میں یکسو کر کے رپورٹ زیر دفعہ 173 ض۔ف عدالت میں داخل کروائیں۔

ڈی جی خان: ڈکیتی، راہزنی اور مویشی چوری کے مقدمات سے متعلقہ تفصیلات

*3431: جناب احمد علی خان دریشک: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ڈی جی خان میں 13-2012 کے دوران کتنے مقدمات ڈکیتی، اغواء، راہزنی، مویشی چوری کے درج ہوئے؟

(ب) مذکورہ عرصہ میں مقدمات کے اندراجات کے بعد حکومت نے برآمدگی اور گرفتاری کے سلسلہ میں جو اقدامات اٹھائے، ان تمام کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ج) جو مال مسروقہ برآمد کیا گیا اس میں سے کتنا ان کے مالکان کے سپرد کیا گیا ہے، اس کی تفصیل مع کاغذات لف کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع ڈی جی خان میں سال 13-2012 کے دوران ڈکیتی کے 31 اغواء کے 538، راہزنی کے 352 اور مویشی چوری کے 386 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔

(ب) سال 13-2012 کے دوران درج شدہ مقدمات ڈکیتی، اغواء، راہزنی اور مویشی چوری کے نامزد ملزمان کی گرفتاری کے لئے سپیشل ٹیمیں تشکیل دی گئیں اور موٹر سائیکل سکواڈ اور پٹرولنگ کی خاطر موبائل گشت تشکیل دی گئی، پچھلے سال کی نسبت کمی ہوئی ہے۔

(ج) مال مسروقہ میں سے موٹر سائیکل 186، کاریں 16، ٹریکٹر 07 اور مال مویشی 561 برآمد کر کے حوالے مالکان ہو چکا ہے۔ کاغذات سپرداری چالان ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

ڈی جی خان: اشتہاری ملزمان کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3432: جناب احمد علی خان دریشک: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ڈی جی خان میں 13-2012 اور 14-2013 کے دوران کل کتنے اشتہاری ملزمان کو گرفتار کیا گیا؟

(ب) ان گرفتار کئے گئے اشتہاری ملزمان سے کل کتنا اسلحہ اور قیمتی سامان برآمد کیا گیا اور یہ سامان متعلقہ افراد کے سپرد کیا گیا، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) ان میں سے کتنے ملزمان کو اب تک کیا کیا سزا دلوائی گئی، اس کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع ہذا میں سال13-2012 اور14-2013 کے دوران ہمہ قسمی جرائم کے کل6222 مجرمان اشتہاری گرفتار ہوئے۔

(ب) ضلع ہذا میں سال13-2012 اور14-2013 کے دوران گرفتار شدہ مجرمان اشتہاریوں سے31 عدد کلاشنکوف،137 عدد پسٹل،04 رائفل12 بور،01 عدد، ہینڈ گرنیڈ،01، ریپیٹر اور 624 گولیاں برآمد ہوئیں اوران مجرمان اشتہاریوں سے02 عدد کاریں،65 عدد موٹر سائیکل، 06 ٹرانسفارمر، 02 پیٹر انجن، 04 عدد بھینسیں، 02 ٹیلیویژن، 18 عدد موبائل فون اور -/3,39,740 روپے نقد رقم برآمد ہوئی جو آئندہ بعد از سپرداری حوالے متعلقہ افراد ہوئیں۔

(ج) جملہ مجرمان اشتہاری جن مقدمات میں چالان عدالت ہوئے تاحال مقدمات زیر سماعت عدالت ہیں۔

صوبہ بھر میں عوامی علاقوں کو سیل کرنے سے متعلق تفصیلات

*5332: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت سمیت صوبہ بھر میں محکمہ داخلہ نے عوامی علاقوں کو حساس قرار دے کر عام ٹریفک کے لئے سیل کر دیا ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا محکمہ داخلہ کی طرف سے سیل شدہ علاقوں کے لئے باقاعدہ کوئی نوٹیفکیشن جاری کیا جاتا ہے نوٹیفکیشن فراہم کریں؟

(ج) کیا کوئی شخص، ادارہ یا تنظیم اپنی سکیورٹی کے لئے کسی عام گزرگاہ کو سیل کر سکتا ہے، اگر نہیں تو ایسے شخص ادارے یا تنظیم کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، آج تک کتنے لوگوں کے خلاف ایکشن لیا گیا، تفصیل بتائی جائے؟

(د) ضلع چنیوٹ میں قانونی / غیر قانونی کتنے نو گو ایریا کہاں کہاں واقع ہیں اگر کوئی ایسا ایریا ہے تو کیا حکومت عوام کے وسیع تر مفاد میں کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت صوبہ پنجاب کی کسی بھی جگہ کو حساس قرار دے کر عام ٹریفک کے لئے سیل نہ کیا گیا ہے۔

(ب) صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت کسی بھی علاقے کو سیل نہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں محکمہ داخلہ کی جانب سے کوئی نوٹیفکیشن کیا گیا ہے۔

(ج) صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت کسی شخص، ادارے یا کسی تنظیم کی جانب سے سکیورٹی کے لئے کسی عام گزرگاہ کو سیل نہ کیا گیا ہے۔

(د) ضلع چنیوٹ میں مقامی انتظامیہ اور پولیس کی جانب سے موجودہ ملکی دہشت گرد اور تھریٹ کے پیش نظر مختلف مقامات پر سیمنٹ کے زگ زیگ پوزیشن میں بلاک رکھے گئے ہیں کیونکہ چناب نگر میں جماعت احمدیہ کے حساس مقدمات موجود ہیں۔ جن کو اکثر تھریٹس موصول ہوتی رہتی ہیں ان سیمنٹ کے بیریئرز میں سے ایک مرکزی راستے اقصیٰ روڈ پر ہے۔ جہاں پولیس بھی تعینات ہوتی ہے تاہم کوئی پرائیویٹ نو گو ایریا موجود نہ ہے نہ ہی کسی تنظیم یا فرد کی جانب سے کسی شاہراہ عام کو سیل کیا گیا ہے اور نہ ہی محکمہ داخلہ کی طرف سے کوئی نوٹیفکیشن وغیرہ موصول ہوا ہے۔

اکیوٹ بزنس کالج کی انتظامیہ کا لاکھوں روپے لوٹ کر فرار ہونے سے متعلقہ تفصیلات

*5822: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ Acute Business College گارڈن ٹاؤن لاہور کے ڈائریکٹر میاں ساجد اور کیمپس ہیڈ ثاقب اقبال سٹوڈنٹس کے ساتھ غلط بیانی کر کے اور سبز باغ دکھا کر لاکھوں روپے بٹور کر فرار ہو گئے ہیں جس سے ہزاروں سٹوڈنٹس کا مستقبل تاریک ہو گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سٹوڈنٹس اور ان کے والدین نے گارڈن ٹاؤن تھانہ لاہور میں ایف آئی آر درج کروائی، یہ ایف آئی آر کن کن لوگوں کے خلاف کن دفعات کے تحت درج ہوئی، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت متذکرہ بالا کالج کے دھوکا دہی سے فیسیں بٹورنے والوں سے ریکوری کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے کہ جس کا مقدمہ نمبر 569/14 مورخہ 27-06-14 جرم 420/468/471 ت پ تھانہ گارڈن ٹاؤن بر خلاف میاں محمد سعید، ثاقب اقبال لاہور میں درج ہوا تھا جو مورخہ 12-12-14 کو خارج ہوا۔

(ج) جس پر مقدمہ درج رجسٹر ہو کر تفتیش محمد نواز ASI/Inv کے سپرد ہوئی موقع ملاحظہ کر کے نقشہ موقع نظری بلا سکیل مرتب کیا دریافت مدعی و گواہان ہوئی دوران تفتیش 2 عدد کمپیوٹر سلپ قبضہ پولیس میں لی گئیں مورخہ 05-07-14 کو ملزمان نے اپنی عبوری ضمانت کروائی اور کمپیوٹر سلپ کی کالج سے تصدیق کروائی گئی جو کالج کی جاری شدہ ثابت نہ ہوئی مورخہ 12-07-14 کو الزام علیہان شامل تفتیش ہوئے مدعی مقدمہ کمپیوٹر سلپ کے بوگس ہونے کے بارے میں کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا مورخہ 30-10-14 کو الزام علیہان کی عدم پیروی کی بناء پر عبوری ضمانت خارج ہو گئی مورخہ 22-10-14 کو مدعی نے اشٹام پر بیان دیا کہ وہ اپنے مقدمہ کی پیروی نہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کا الزام علیہ سے معاملہ طے پا گیا ہے اس کا مقدمہ خارج کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہے لہٰذا حالات واقعات کی روشنی میں اور مدعی کے بیان کی روشنی میں مقدمہ ہذا مورخہ 12-11-14 کو اخراج رپورٹ مرتب ہوئی مورخہ 30-12-14 کو SDPO گارڈن ٹاؤن سرکل نے تصدیق کر دی ہے

آر پی او آفس ملتان سے متعلقہ تفصیلات

*5884: ملک محمد علی کھوکھر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) آر پی او آفس ملتان، آر پی او ہاؤس اور پولیس گیسٹ ہاؤس کی تزئین و آرائش پر مالی سال 14۔2013اور15۔2014میں کتنی رقم کون کون سی مد میں خرچ کی گئی ہے، تفصیلات علیٰحدہ علیٰحدہ بتائیں؟

(ب) ضلع ملتان کے کتنے تھانہ جات اور چوکیاں بغیر عمارت یا کرایہ کی بلڈنگ میں چل رہے ہیں، ان کی تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بتائیں نیز ان تھانہ جات کی روزمرہ کے اخراجات کی تفصیل موجودہ مالی سال کی بتائیں۔

(ج) کیا جو رقم آر پی او آفس، آر پی او ہاؤس اور پولیس گیسٹ ہاؤسز پر خرچ کی گئی ہے وہ ان کرایہ کی عمارات یا بغیر بلڈنگ کام کرنے والے تھانوں کی عمارات کی فراہمی پر خرچ ہو سکتی تھی اگر ہاں تو پھر ایسا نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا حکومت اس ضلع کے تمام کرایہ یا بغیر بلڈنگ کام کرنے والے تھانہ جات کی عمارات کے لئے فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) آر پی او آفس ملتان اور آر پی او ہاؤس ملتان کی تزئین و آرائش کی بجائے مرمت کی مد میں سال 14۔2013 کے دوران۔/3,00,000روپے خرچ کئے گئے اور سال15۔2014 کے دوران۔/12,00,000روپے موصول ہوئے جو بلڈنگ کی مرمت اور دیگر اصلاحی کاموں میں خرچ ہوئے کیونکہ ہر 2بلڈنگز پاکستان بننے سے بھی پہلے کی تعمیر کردہ ہیں اور کافی مخدوش حالت میں ہیں۔ گیسٹ ہاؤسPM-Directiveکے تحت بنوایا گیا ہے اور اس کی تعمیر محکمہ بلڈنگز نے کروائی ہے۔

(ب) ضلع ملتان میں سات تھانہ جات (تھانہ قطب پور، نیو ملتان، سیتل ماڑی، مظفر آباد، الپہ، بی زیڈ اور شاہ رکن عالم) اور دو چوکیاں (چوکی بلیل اور چوکی نواب پور) کرایہ کی بلڈنگ میں چل رہی ہیں اور تھانہ جات و چوکیوں کے روزمرہ اخراجات کی مد میں کوئی رقم موصول نہ ہوتی ہے۔

(ج) جو رقم آر پی او آفس، آر پی او ہاؤس کی مرمت پر خرچ کی گئی ہے وہ صرف پولیس دفاتر کے لئے مختص ہوتی ہے اور دیگر عمارات کے لئے بھی فنڈ مختص اور جاری کئے جاتے ہیں جو کہ صوبائی حکومت کے متعلقہ ہے کہ وہ کس عمارت کے لئے کتنا فنڈ مہیا کرتی ہے نیز عمارت کی مرمت

کے فنڈ کے لئے الگ اور کرایہ فنڈ کے لئے الگ Head of Accounts ہوتے ہیں جن میں ضرورت کے لحاظ سے فنڈ مہیا کئے جاتے ہیں۔

(د) مورخہ 2014-11-11 کے موقع پر ملتان ضلع کے تمام کرایہ جات و بغیر بلڈنگ کام کرنیوالے تھانہ جات و عمارات کی تعمیر نو کے لئے زمین کی تلاش کا حکم دیا جو کہ معاملہ کمشنر ملتان اور اس دفتر کے توسط سے بورڈ آف ریونیو پنجاب میں زمین کی منتقلی کے لئے پہنچ چکا ہے اور تخمینہ جات بھی سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کئے جانے کے لئے بھجوائے جا چکے ہیں۔ فنڈز کی فراہمی سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اندراج کی صورت میں کی جائے گی۔

ضلع فیصل آباد میں تعینات پولیس ملازمین کی نفری سے متعلقہ تفصیلات

*6028: میاں طاہر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد میں تعینات پولیس ملازمین کی عہدہ اور گریڈ وار کتنی منظور شدہ اسامیاں ہیں، اس وقت کتنی اسامیاں خالی پڑی ہیں، تفصیل عہدہ اور گریڈ وار بتائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس ضلع کے تمام کانسٹیبلان، ہیڈ کانسٹیبلان اور دیگر ملازمین سے تھانوں اور چوکیوں کے علاوہ وی آئی پی ڈیوٹی بھی لی جاتی ہے؟

(ج) کیا حکومت اس ضلع میں منظور شدہ کانسٹیبلان، ہیڈ کانسٹیبلان اور دیگر ملازمین کی خالی اسامیوں پر جلد از جلد بھرتی یا تعیناتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف)

منظور شدہ نفری	موجودہ نفری	کمی نفری
انسپکٹر گریڈ16۔87	انسپکٹر۔65	انسپکٹر۔22
سب انسپکٹر گریڈ14۔380	سب انسپکٹر۔344	سب انسپکٹر۔36
اسسٹنٹ سب انسپکٹر گریڈ9۔701	اسسٹنٹ سب انسپکٹر۔680	اسسٹنٹ سب انسپکٹر۔21
ہیڈ کانسٹیبلان گریڈ7۔889	ہیڈ کانسٹیبلان۔873	ہیڈ کانسٹیبلان۔16
کانسٹیبلان گریڈ5۔6266	کانسٹیبلان۔6266	کانسٹیبلان۔Nil

(ب) جی ہاں!

(ج) بمطابق حکم نمبری II/65-8452/SE-III مورخہ 15-07-08 مجاریہ آئی جی پنجاب لاہور ضلع ہذا میں پولیس کانسٹیبلان کی بھرتی ذیل شیڈول کے مطابق شروع ہے۔

اخبار اشتہار	مورخہ 06.07.15&08.07.15
فارم تاریخ	مورخہ 08.07.15تا25.07.15
چیکنگ فارم	مورخہ 25.07.15تا30.07.15
کلیئرنس فارم	مورخہ 31.07.15
فزیکل ٹیسٹ	مورخہ 01.08.15تا07.08.15
اعتراضات کی جانچ پڑتال	مورخہ 02.08.15تا07.08.15
تحریری ٹیسٹ	مورخہ 08.08.15
NTS کو ڈیٹا کی منتقلی	مورخہ 10.08.15

تحصیل چوبارہ میں فوروہیل گاڑی کی فراہمی سے متعلقہ تفصیلات

*6097: سردار قیصر عباس خان مگسی: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لیہ تحصیل چوبارہ کے ریتلے علاقہ اور تحصیل لیہ کے دریائی علاقہ میں فوروہیل گاڑی کے بغیر سفر کرنا انتہائی دشوار ہے اور اکثر ملزمان پولیس کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر فرار ہو جاتے ہیں، کیا حکومت ان علاقوں میں پولیس کی بہتر کارکردگی اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے ضلع لیہ کو فوروہیل ڈالا گاڑیاں دینے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائی جائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل چوبارہ جو رقبہ کے لحاظ سے ضلع لیہ کا 1/2 ہے اس میں صرف ایک ہی تھانہ ہے جو 1878 میں قائم ہوا تھا لہٰذا اس کی دو چوکیاں بنائی گئی ہیں 1۔ جمال چھیری اور نمبر 2۔ شیر گڑھ؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں چوکیوں کے ملازمین کھلے آسمان تلے پڑے ہیں کیا حکومت وہاں پر کوئی عمارات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تھانہ چوبارہ کے ریکارڈ کے مطابق اس وقت 161 مجرمان اشتہاری بقایا ہیں جبکہ 4X4 گاڑی کی عدم دستیابی ملزمان کی گرفتاری میں مانع نہ ہے کیونکہ کافی سارے اشتہاری ملزمان کا تعلق دوسرے اضلاع سے بھی ہے جو کہ اپنا گھر باہر چھوڑ چکے ہیں ایسی گاڑیاں جناب انسپکٹر جنرل آف پولیس پنجاب لاہور کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں تاہم 4x4 گاڑیوں کی تھانہ چوبارہ میں

ضرورت ہے کئی ایسے دشوار گزار علاقے ہیں جہاں عام 4x4 پک اپ سفر کے قابل نہ ہیں ان گاڑیوں کے حصول پر پنجاب پولیس کی کارکردگی بہتر ہو گی اور مشکلات کم ہوں گی۔

(ب) تھانہ کی نئی بلڈنگ زیر تعمیر ہے جبکہ تین پولیس پوسٹوں کے قیام کا کیس جناب انسپکٹر جنرل آف پولیس پنجاب کو بھجوایا گیا ہے ان میں سے ایک پوسٹ ہیڈ ویر ٹری منظوری ہو چکی ہے جبکہ دوسری چوکیوں کی منظوری ابھی تک نہیں ہو سکی۔

(ج) پولیس پوسٹ ہیڈویرٹری کی تعمیر ڈیپارٹمنٹ فنڈز دستیاب ہونے کی صورت میں کرے گا جبکہ اس علاقے میں پنجاب ہائی وے پٹرول کی تین پوسٹیں (کپوری، نواں کوٹ اور رفیق آباد) کام کر رہی ہیں جو کہ راہگیروں اور علاقے کے لوگوں کو تحفظ فراہم کر رہی ہیں۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں قائم سول ڈیفنس کے مراکز سے متعلقہ تفصیل

*6129: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سول ڈیفنس کے کل کتنے مراکز ہیں اور ان میں کل کتنی اسامیاں ہیں، نام، عہدہ اور گریڈ مکمل تفصیل فراہم کریں؟

(ب) کیا کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نمٹنے کے لئے سول ڈیفنس مراکز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آلات اور گاڑیاں موجود ہیں، ان کی تفصیلات فراہم کریں؟

(ج) کیا ان مراکز میں موجود سہولیات ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں، اگر نہیں تو محکمہ ان کو درکار سہولیات و آلات فراہم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سول ڈیفنس کا ایک ہی ضلعی دفتر قائم ہے کل اسامیوں کی تعداد نام، عہدہ اور گریڈ درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام عہدہ	گریڈ	کل اسامیاں
1	ڈسٹرکٹ آفیسر سول ڈیفنس	16	01
2	بم ڈسپوزل کمانڈر	15	01
3	چیف انسٹرکٹر	14	01
4	اسسٹنٹ	14	01
5	بم ڈسپوزل ٹیکنیشن	12	01

6	سینئر کلرک	09	01
7	انسٹرکٹر گریڈII	08	02
8	جونیئر کلرک	07	01
9	ڈرائیور	04	01
10	نائب قاصد	01	01
11	چوکیدار	01	01
12	سینٹری ورکر	01	01
	کل	میزان	13

(ب) کسی ناگہانی صورتحال سے نمٹنے کے لئے ضلعی دفتر سول ڈیفنس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آلات اور بم ڈسپوزل کا جو سامان موجود ہے تفصیلAnnex-Aایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ڈی سی او ٹوبہ ٹیک سنگھ نے ڈسٹرکٹ آفیسر پلاننگ کو ہدایت کی کہ وہ بم ڈسپوزل آلات اور گاڑی خرید کرنے کے لئے ضروری اقدامات کریں اور فوری طور پر بجٹ مختص کرنے کی ہدایت کی ہے۔ فنڈز فراہم ہوتے ہی آلات مہیا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے۔

ضلع ننکانہ صاحب: ڈکیتی و راہزنی کے درج مقدمات سے متعلقہ تفصیل

*6474: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ننکانہ صاحب میں یکم جنوری2013 سے اب تک ڈکیتی و راہزنی کی کتنی وارداتیں کس کس تھانہ کی حدود میں درج ہوئی ہیں؟

(ب) ان وارداتوں میں کتنے بے گناہ افراد قتل ہوئے ہیں؟

(ج) مذکورہ بالا وارداتوں میں کتنی رقم اور دیگر کون کون سا سامان لوٹا گیا ہے، مکمل تفصیل فراہم کریں؟

(د) درج بالا مقدمہ جات میں کتنے ملزم گرفتار ہوئے اور کتنے مفرور ہیں، مفرور ملزمان کے نام اور پتا جات بتائیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یکم جنوری 2013 سے اب تک ضلع ننکانہ صاحب کے تھانہ جات میں ڈکیتی و راہزنی کے متعلق درج ہونے والے مقدمات کی تفصیل ذیل ہے:

(i)	تھانہ سٹی ننکانہ صاحب 24	(II)	تھانہ صدر ننکانہ صاحب 93
(iii)	تھانہ وار برٹن 70	(iv)	تھانہ بڑا گھر 86
(v)	تھانہ سید والہ 57	(vi)	تھانہ مانگٹانوالہ 82
(vii)	تھانہ فیض آباد 53	(viii)	تھانہ سٹی سانگلہ ہل 26
(ix)	تھانہ صدر سانگلہ ہل 68	(x)	تھانہ سٹی شاہکوٹ 71
(xi)	تھانہ صدر شاہکوٹ 77		

(ب) ڈکیتی و راہزنی کے مندرجہ بالا مقدمات میں کل چار افراد قتل ہوئے۔

(ج) مذکورہ بالا وارداتوں میں نقدی وزیورات، موبائل کل مالیتی 258397157 روپے لوٹا گیا۔

(د) درج بالا مقدمات میں کل 992 ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں ڈکیتی کے کل 49 ملزمان جبکہ راہزنی کے کل 34 ملزمان مفرور ہیں جن کی گرفتاری کے لئے کوشش جاری ہے مفرور ملزمان کے نام وپتاجات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع ننکانہ صاحب: تھانہ جات میں سٹاف سے متعلقہ تفصیلات

*6475: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا ضلع ننکانہ صاحب کے تھانہ جات میں سٹاف ان کی strength کے مطابق ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت مذکورہ سٹاف ان کی strength کے مطابق فوری پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان تھانہ جات میں سٹاف کی کمی کی وجہ سے جرائم کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع ننکانہ صاحب میں سٹاف منظوری (Sanctioned Strength) کے مطابق نہ ہے چونکہ ضلع ہذا میں اس وقت 190 کانسٹیبلان کی کمی ہے اس کمی کی وجہ سے تھانہ جات میں سٹاف ان کی strength کے مطابق نہ ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ضلع ننکانہ صاحب میں بمطابق احکامات مجاریہ منجانب آئی جی پنجاب بھرتی کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ جس میں

امیدواران کی جانب سے درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 4-اگست تک فارم وصول کئے جاچکے ہیں اور بھرتی کا باقی عمل بھی مقرر کردہ تاریخوں کے مطابق عمل میں لایا جائے گا۔

(ب) متعلقہ ضلع ہذا نہ ہے بلکہ متعلقہ حکومت پنجاب ہے کیونکہ کسی بھی ضلع میں پولیس کی نفری کا تعین گورنمنٹ آف دی پنجاب کرتی ہے اور ہر مالی سال میں اس کی منظوری دیتی ہے جس کو بعد میں آئی جی پنجاب متعلقہ اضلاع کو تحریری طور پر مطلع کر دیتا ہے۔

(ج) آبادی کے تناسب سے تھانہ جات میں سٹاف کی کمی ہے البتہ موجودہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے جرائم کی شرح کو کنٹرول کیا جارہا ہے۔

بہاولنگر میں تھانہ کی بلڈنگز سے متعلقہ تفصیلات

*6511: جناب محمد نعیم انور: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع بہاولنگر کے کتنے تھانہ جات اور چوکیاں ہیں جن کی اپنی عمارات نہ ہیں اور کتنے تھانہ جات اور چوکیاں جو کرایہ کی بلڈنگ میں کام کر رہے ہیں ان کے نام بتائیں؟

(ب) ضلع بہاولنگر کے کتنے تھانہ جات اور چوکیاں ہیں جن کی عمارتیں انتہائی خستہ حالت میں ہیں اور انہیں نئی بلڈنگز کی ضرورت ہے ان کے نام بتائیں؟

(ج) ضلع بہاولنگر میں پولیس کے پاس کل کتنی گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں ہیں ان میں کتنے خراب حالت میں ہیں؟

(د) کیا حکومت ضلع بہاولنگر میں بوسیدہ تھانوں کی بلڈنگز کی تعمیر اور گاڑیوں اور موٹر سائیکلز کی تعداد میں اضافہ کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع بہاولنگر میں تھانہ صدر ہارون آباد کی اپنی عمارت نہ ہے اور وہ تھانہ سٹی ہارون آباد کی بارک میں کام کر رہا ہے چوکی چک دادو کی بھی عمارت نہ ہے اور وہ اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر کردہ عمارت میں کام کر رہی ہے۔ مزید یہ کہ ضلع ہذا میں کوئی تھانہ یا چوکی ایسی نہیں ہے جو کرایہ کی بلڈنگ میں کام کر رہا ہے۔

(ب) ضلع ہذا میں تھانہ منڈی صادق گنج، تھانہ منچن آباد، تھانہ سٹی "اے" ڈویژن بہاولنگر، تھانہ سٹی چشتیاں، تھانہ فورٹ عباس، تھانہ سٹی ہارون آباد کی عمارتیں خستہ حالت میں ہیں۔

(ج) ضلع ہذا کے پاس93 گاڑیاں اور94 موٹر سائیکلیں ہیں جن میں سے صرف ایک گاڑی خراب حالت میں ہے۔

(د) حکومت پنجاب نے سال 2015-16 کے بجٹ میں بلڈنگز کی تعمیر اور مرمت کی مد میں پولیس کو فنڈز مختص کر دیئے ہیں جونہی محکمہ خزانہ فنڈز جاری کر دے گا بلڈنگز کی تعمیر اور مرمت کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

غیر نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

منشیات نوشوں کو ری ہیب سنٹر منتقل کرنے سے متعلقہ تفصیلات

337: ڈاکٹر عالیہ آفتاب: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا لاہور داتا دربار سے منشیات استعمال کرنے والے لوگوں کو حکومت ری ہیب سنٹر میں منتقل کر رہی ہے؟

(ب) کیا حکومت نے منشیات کی روک تھام کے لئے کوئی اقدامات اٹھائے ہیں؟

(ج) منشیات استعمال کرنے والوں کو علاج گاہ میں کتنا عرصہ رکھا جاتا ہے اور علاج کے بعد کیا وہ ہر ماہ چیک اپ کے لئے آتے ہیں، تفصیل سے بیان فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) منشیات استعمال کرنے والے کسی شخص کو ری ہیب سنٹر منتقل نہ کیا گیا ہے۔

(ب) منشیات کی روک تھام کے لئے منشیات فروشوں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں منشیات کی روک تھام کے لئے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بھرپور مہم چلائی جاتی ہے، تاہم ضلع لاہور پولیس نے سال رواں میں ذیل منشیات برآمد کیں، تفصیل ذیل ہے:

ہیروئن	239کلو134گرام
چرس	987 کلو226گرام
افیون	10کلو85گرام
شراب بوتل	22676بوتل
بھنگ	2کلو

(ج) ہسپتال ہذا میں نشے کے علاج کے لئے مریضوں کو اوسطاً پندرہ دنوں کے لئے رکھا جاتا ہے۔ علاج کے بعد کچھ مریض چیک اپ کے لئے ہر ماہ آتے ہیں۔

ضلع لاہور میں خواتین پولیس سٹیشن سے متعلقہ تفصیلات

338: ڈاکٹر عالیہ آفتاب: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں خواتین کے کتنے پولیس سٹیشن ہیں کیا حکومت مزید خواتین پولیس سٹیشن بنانے کاارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

(ب) لاہور خواتین کے موجودہ تھانے میں کتنی خواتین کام کرتی ہیں اور تھانے میں خواتین کی کون کون سی پوسٹ ہیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع لاہور میں اس وقت خواتین کا ایک پولیس سٹیشن تھانہ گڑھی شاہو کی بلڈنگ میں فسٹ فلور پر کام کر رہا ہے۔ حکومت دوسرے اضلاع میں بھی خواتین کے پولیس سٹیشن قائم کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں فنڈز درکار ہیں جو نہی محکمہ خزانہ سے فنڈز مختص ہو جائیں گے اس پر کام شروع ہو جائے گا۔

(ب) ومن پولیس سٹیشن میں اس وقت آپریشن ونگ میں SI/1، LFC/22، HC/2 اور انوسٹی گیشن ونگ میں LFC/8، SI/1 کی نفری تعینات ہے۔ ہر دو شعبہ جات میں تعینات لیڈیز سب انسپکٹر میں سے ایک بطور سٹیشن ہاؤس آفیسر جبکہ دوسری بطور انچارج انوسٹی گیشن اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے جبکہ لیڈی کانسٹیبلان بطور نائب محرر و نائٹ محرر ڈیوٹی کرتی ہیں جبکہ دو لیڈیز بطور کمپیوٹر آپریٹر کام کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں تمام نفری جنرل ڈیوٹی سرانجام دیتی ہے۔

تھیٹر قائم کرنے سے متعلقہ تفصیلات

350: قاضی احمد سعید: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ میں کسی بھی شہر میں نیا تھیٹر قائم کرنے کی منظوری کون سی اتھارٹی دیتی ہے؟

(ب) تحصیل صادق آباد میں قائم تھیٹروں کی تعداد کیا ہے جہاں پر سٹیج ڈرامے کروائے جارہے ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے چھوٹے شہروں خصوصاً صادق آباد / میلسی، کہروڑپکا میں سٹیج ڈراموں کی آڑ میں عریانی اور فحاشی کا بازار گرم ہے؟

(د) کیا حکومت ذمہ داران اور ملوث سرکاری افسران اور اہلکاروں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبہ پنجاب میں نیا تھیٹر قائم کرنے کی منظوری محکمہ داخلہ حکومت پنجاب لاہور جاری کرتا ہے۔

(ب) تحصیل صادق آباد میں محکمہ داخلہ سے منظور شدہ ایک تھیٹر ہے مگر اس کے لائسنس کی میعاد ختم ہو چکی ہے اور ابھی تک تجدید کا عمل نہ ہوا ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔

(د) کسی بھی خلاف ورزی / شکایت کا سخت نوٹس لیا جاتا ہے اور قاصران کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

ضلع فیصل آباد میں تھانوں اور ایس ایچ اوز سے متعلقہ تفصیلات

419: محترمہ ثریا نسیم: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد میں کتنے تھانے ہیں اور ان میں کون کون ایس ایچ او تعینات ہیں؟

(ب) تھانہ میں ایس ایچ او کون لگ سکتا ہے اور ایس ایچ او لگانے کا اختیار کس کے پاس ہے؟

(ج) اگر کسی کو ایس ایچ او کے متعلق شکایت ہو تو کس پولیس آفیسر سے رابطہ کرے؟

(د) 2014 میں ضلع فیصل آباد میں کتنے ایس ایچ او کے خلاف عوامی شکایات پر کارروائی کی گئی، اس کی تفصیل بیان کریں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع فیصل آباد میں کل 40 تھانہ جات ہیں جن میں تعینات ایس ایچ اوز کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) انسپکٹر یا سب انسپکٹر ایس ایچ او لگ سکتا ہے اور یہ اختیار ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کو ہے۔

(ج) اگر کسی کو ایس ایچ او کے متعلق شکایت ہو تو وہ متعلقہ SDPO،SP سرکلز یا CPO سے رابطہ کر سکتا ہے۔

(د) 15-2014 میں ضلع فیصل آباد میں 24 ایس ایچ اوز کے خلاف عوامی شکایات پر کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع سرگودھا میں راہزنی، ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں سے متعلقہ تفصیلات

427: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سرگودھا میں پچھلے چھ ماہ میں راہزنی، ڈکیتی اور قتل کی کتنی وارداتیں ہوئیں؟

(ب) کتنے مقدمات کی ایف آئی آرز درج ہوئیں اور کتنے ملزم گرفتار ہوئے، ایوان کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پچھلے چھ ماہ کے دوران ضلع سرگودھا میں راہزنی، ڈکیتی اور قتل کی جو وارداتیں ہوئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

قتل	:	147
ڈکیتی	:	86
راہزنی	:	337

(ب) ان تمام مقدمات کی ایف آئی آرز درج ہو چکی ہیں۔ قتل کی وارداتوں میں ملوث ملزمان میں سے 95 کو گرفتار کیا گیا۔ ڈکیتی کی وارداتوں میں ملوث ملزمان میں سے 107 کو گرفتار کیا گیا۔ راہزنی کی وارداتوں میں ملوث ملزمان میں سے 221 کو گرفتار کیا گیا جبکہ باقی کی گرفتاری کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

پولیس افسران کی تعیناتی سے متعلقہ تفصیلات

505: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پولیس افسران میں RPO/DPO/SDPO/SHO کسی ایک مقام پر تعینات رہ سکتے ہیں، متعلقہ رول کے ساتھ وضاحت کی جائے نیز کاپی فراہم کی جائے؟

(ب) تھانہ سول لائنز بہاولپور / تھانہ کینٹ بہاولپور میں یکم جنوری 2014 سے 30-نومبر 2014 تک کتنے ایس ایچ اوز کتنی کتنی مدت کے لئے تعینات رہے؟

(ج) لاہور میں یکم جنوری 2014 سے 30-نومبر تک کتنی کتنی مدت کے لئے کون کون سے افسران CCPO لگائے گئے، اسی طرح بہاولپور میں اسی مدت کے دوران کتنی کتنی مدت کے لئے کون کون سے افسران RPO اور DPO بہاولپور ضلع اور بہاولپور ڈویژن تعینات کئے گئے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پولیس آرڈر 2002 کے آرٹیکل 12(1) اور آرٹیکل 15(2) کے مطابق PPO/CCPO/ RPO/CPO/DPO تاریخ تعیناتی سے تین سال تک ایک مقام پر تعینات رہ سکتے ہیں۔ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مزید برآں پنجاب گورنمنٹ کی ٹرانسفر پالیسی کے مطابق کسی افسر کی ایک مقام پر تعیناتی کا عمومی عرصہ تین سال ہے تاہم مخصوص حالات میں تین سال مکمل ہونے سے قبل افسر کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پولیس ملازمین کی تنخواہوں اور تعلیم کی بنیاد پر ترقی کا مسئلہ

531: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا پنجاب پولیس اور اسلام آباد پولیس کے ملازمت کے سکیل ایک جیسے ہیں یا مختلف ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اسلام آباد پولیس کی تنخواہیں اور مراعات پنجاب پولیس سے زیادہ ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو ایسا کیوں ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ 1996 میں جن پولیس ملازمین کی تعلیم زیادہ ہوتی تھی اس کی سالانہ ترقی زیادہ لگتی تھی مثلاً کانسٹیبل کی بنیادی تعلیم میٹرک ہوتی ہے اور اگر کسی ملازم کی تعلیم ایف اے، بی اے یا ایم اے ہو تو اس کی 1996 تا 1997 میں سالانہ ترقی تعلیم کے مطابق لگتی تھی اب نظام کو کیوں ختم کیا گیا ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب پولیس اور اسلام آباد پولیس کے ملازمت کے پے سکیل ایک جیسے ہیں۔

(ب) اسلام آباد پولیس کی تنخواہ اور پنجاب پولیس کی تنخواہ میں مندرجہ ذیل الاؤنسز کا فرق ہے:

1. اسلام آباد پولیس کی Basic Pay پنجاب پولیس سے زیادہ ہے۔
2. ہاؤس رینٹ الاؤنس پنجاب پولیس کو ہاؤس رینٹ 2005 کے سکیل پر 45 فیصد ملتا ہے جبکہ اسلام آباد پولیس کی ہاؤس رینٹ سیلنگ فکس ہے جو کہ پنجاب پولیس سے زیادہ ملتا ہے۔
3. اسلام آباد پولیس کو Basic Pay زیادہ ہونے کی وجہ سے Adhoc Relief Allowance بھی زیادہ ملتا ہے۔
4. اسلام آباد پولیس کو Federal Police Allowance بھی دیا جاتا ہے۔ اسلام آباد پولیس کی تنخواہیں اور مراعات پنجاب پولیس سے زیادہ ہیں جس کا موازنہ درج ذیل چارٹ میں دیا گیا ہے۔

Rank	Islamabad Police	Punjab Police	Difference
Constable	39461	22,658	16,803
Head Constable	44,640	23,551	21,089
ASI	46,689	24,040	22,649
SI	69,661	32,278	37,383
Inspector	83,327	39,604	43,723
DSP/ASP	103,331	55,982	47,349
SP	120,571	70,157	50,414
SSP/AIG	158,588	100,904	57,684
DIG	187,679	116,575	71,104
I.G.P	211,411	144,890	66,521

(ج) جی ہاں! یہ درست ہے کہ 1996 میں پولیس کانسٹیبل کی بھرتی کے لئے تعلیم انڈر میٹرک تھی اس لئے جن ملازمین کی تعلیم زیادہ ہوتی تھی اس کو تعلیم کے مطابق سالانہ ترقی ملتی تھی مثلاً اگر کسی کانسٹیبل کی تعلیم میٹرک ہوتی تو اس کو ایک اضافی سالانہ انکریمنٹ، اگر تعلیم ایف اے ہوتی تو اس کو دو اضافی سالانہ انکریمنٹ اور بی اے پاس کو تین سالانہ انکریمنٹ دی جاتی تھی جو کہ اب پنجاب گورنمنٹ نے ختم کر دی ہے۔

تھانہ ٹی ٹی سنگھ میں مقدمات کے اندراج سے متعلقہ تفصیلات

541: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 2001 سے 2011 تک قتل کے کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ 2013 اور 2014 میں قتل کے کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ج) تھانہ سٹی اور صدر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 2012 تا 2014 ڈکیتی اور راہزنی کی کتنی وارداتیں ہوئیں؟

(د) ڈکیتی کی کتنی FIRs پر کارروائی ہوئی، کتنے ملزم گرفتار ہوئے اور کتنی برآمدگی ہوئی تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سال 2001 سے لے کر 2011 تک قتل کے کل 86 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔

(ب) تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سال 2013 میں 15 اور سال 2014 میں 8 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔

(ج) سال 2012 تا 2014 تک تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ اور صدر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈکیتی اور راہزنی کی کل 250 وارداتیں ہوئیں۔

(د) سال 2012 تا 2014 تک ڈکیتی کی 46، FIRs درج ہوئیں ان تمام پر حسب ضابطہ قانونی کارروائی عمل میں لائی گئی۔

مزید اس بابت 145 ملزمان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی اور ان سے 5276020 کی برآمدگی ہوئی۔

لاہور: اختیارات کے ناجائز استعمال پر ڈی ایس پیز کے خلاف کارروائی کی تفصیل

561: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں سال 2014 کے دوران اختیارات کے ناجائز استعمال اور مس کنڈکٹ پر کتنے ڈی ایس پیز کو تنزلی اور censure کی سزائیں دی گئیں؟

(ب) ضلع لاہور میں سال 2014 کے دوران جن ڈی ایس پیز کو سزائیں ہوئیں، ان کے نام، پتا اور ان کی تعیناتی کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان تمام ڈی ایس پیز جن کو سزائیں اور تنزلی ہوئی ان کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی گئی اور وہاں انہیں قصوروار ٹھہراتے ہوئے سزائیں دی گئیں؟

(د) ناجائز استعمال اور مس کنڈکٹ کرنے پر جن ڈی ایس پیز کی تنزلی اور censure کے لئے انکوائری کی گئی اس انکوائری میں کون کون شامل تھا، انکوائری کرنے والے ممبران کے نام وعہدہ کی تفصیل فراہم کی جائے نیز ان کے خلاف انکوائری کب مکمل کی گئی اور کب، ان کی تنزلی اور censure کے احکامات جاری کئے گئے، مکمل تفصیل سے اس ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع لاہور میں سال 2014 کے دوران اختیارات کے ناجائز استعمال اور مس کنڈکٹ پر ایک ڈی ایس پی کو تنزلی اور ایک ڈی ایس پی کو سنسشور کی سزا دی گئی۔

(ب)

نام	پتا/تعیناتی	سزا
ملک داؤد احمد	ڈی ایس پی، سی آئی اے، ماڈل ٹاؤن ڈویژن لاہور	تنزلی
بابر علی	ڈی ایس پی، نولکھا سرکل، لاہور	سنسشور

(ج) درست ہے۔

(د)

1. ملک داؤد احمد، ڈی ایس پی کی انکوائری جناب سلمان چودھری، ڈی آئی جی، آر اینڈ ڈی، پنجاب نے مورخہ 2013-07-01 کو مکمل کی اور تنزلی کا حکم مورخہ 2014-10-02 کو جاری ہوا۔
2. بابر علی، ڈی ایس پی کی انکوائری جناب منیر احمد ضیاء راؤ، ڈی پی او چنیوٹ نے مورخہ 2013-05-07 کو مکمل کی اور سنسشور کا حکم مورخہ 2014-09-22 کو جاری ہوا۔

ضلع ساہیوال میں ڈکیتی کی وارداتوں سے متعلقہ تفصیلات

586: جناب محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع ساہیوال 2014 میں ڈکیتی، موٹر سائیکل اور کار چوری کی کتنی وارداتیں درج ہوئیں؟

(ب) ان درج بالا وارداتوں میں کتنے ملزمان کو گرفتار کیا گیا اور ان سے مال مسروقہ برآمد کیا گیا۔ ان کی مکمل تفصیل سے آگاہ کریں نیز یہ کہ کتنے مقدمات میں ابھی تک ملزمان کی گرفتاری عمل میں نہ لائی گئی ہے؟

(ج) کیا حکومت ضلع ساہیوال میں تھانے و چوکیوں کو سرکاری اراضی پر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اس وقت کون کون سے تھانے، چوکی پرائیویٹ جگہ پر یا مقبوضہ جگہ پر قائم ہیں اگر حکومت سرکاری جگہ پر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع ساہیوال میں سال 2014 میں ڈکیتی کے 161 مقدمات درج ہوئے۔
موٹر سائیکل چوری کے 368 مقدمات اور کار چوری کے 68 مقدمات درج ہوئے۔

(ب) ضلع ساہیوال میں سال 2014 میں ڈکیتی کے 161 مقدمات میں 570 ملزمان گرفتار ہوئے اور ان سے مال مسروقہ کل مالیتی مبلغ -/67591725 روپے برآمد کیا گیا۔
ضلع ہذا میں سال 2014 میں موٹر سائیکل چوری کے 368 مقدمات میں 231 ملزمان کو گرفتار کیا گیا اور ان سے 185 موٹر سائیکل برآمد کئے گئے ہیں جن کی مالیت مبلغ -/11416700 روپے ہے۔
ضلع ہذا میں سال 2014 میں کار چوری کے 68 مقدمات میں 34 ملزمان کو گرفتار کیا گیا جن سے 26 کاریں برآمد کی گئیں جن کی مالیت مبلغ -/2679700 روپے ہے۔
سال 2014 میں ڈکیتی کے 31 مقدمات میں جو نامعلوم ملزمان ہیں کی گرفتاری بقایا ہے جن کو ٹریس کرنے کی کوشش جاری ہے۔
سال 2014 میں موٹر سائیکل چوری کے 133 مقدمات میں نامعلوم ملزمان کی گرفتاری بقایا ہے جن کو ٹریس کرنے کی کوشش جاری ہے۔
سال 2014 کار چوری کے 30 مقدمات میں نامعلوم ملزمان کی گرفتاری بقایا ہے جن کو گرفتار کرنے کی کوشش جاری ہے۔

(ج) جی ہاں!
مندرجہ ذیل تھانہ جات محکمہ پولیس کی بلڈنگ میں کام نہ کر رہے ہیں۔
تھانہ سٹی چیچہ وطنی: محکمہ اوقاف کی بلڈنگ میں کام کر رہا تھا مگر سال 2012 میں لوڈشیڈنگ کے سلسلہ میں نکالے گئے جلوس میں مظاہرین نے اس کو جلا دیا۔ جگہ تلاش کر لی ہے جس کا کیس برائے منتقلی زمین بورڈ آف ریونیو پنجاب میں پینڈنگ ہے۔ زمین منتقل ہونے پر تھانہ کی تعمیر بذریعہ سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام کروائی جائے گی۔

تھانہ کمیر: کرائے کی بلڈنگ میں کام کر رہا ہے۔ جگہ تلاش کر لی ہے۔ جس کا کیس برائے منتقلی زمین بورڈ آف ریونیو پنجاب میں پینڈنگ ہے۔ زمین منتقل ہونے پر تھانہ کی تعمیر بذریعہ سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام کروائی جائے گی۔

تھانہ غلہ منڈی: محکمہ اوقاف کی بلڈنگ میں ہے۔ جگہ تلاش کر لی ہے اور ڈی سی او صاحب ساہیوال کو تحریر کیا گیا ہے کہ کیس متعلقہ محکمہ کو بھجوایا جائے۔

چوکی گیمبر: جگہ تلاش کر لی ہے اور اس سلسلہ میں ڈی سی او ساہیوال کو تحریر کیا گیا ہے کہ جگہ ساہیوال کے نام ٹرانسفر کی جائے۔

چوکی بائی پاس: جگہ ٹرانسفر ہو گئی ہے۔ مگر کم ہونے کی وجہ سے مزید جگہ کے لئے ڈی سی او ساہیوال کو تحریر کیا گیا ہے۔

چوکی کوٹ خادم علی شاہ: کرائے کی بلڈنگ میں ہے۔ نئی چوکی کی تعمیر کے لئے جگہ تلاش کی جا رہی ہے۔

چوکی شریں موڑ: کرائے کی بلڈنگ میں ہے۔ نئی چوکی کی تعمیر کے لئے جگہ تلاش کی جا رہی ہے۔

ضلع گجرات میں پولیس سٹیشنز سے متعلقہ تفصیلات

609: میاں طارق محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات میں کل کتنے پولیس سٹیشن ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نئے پولیس سٹیشن ضلع گجرات میں بنانے کی تجویز زیر غور ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کو درست رکھنے کے لئے آئندہ مالی سال میں نئے پولیس سٹیشن بنائے جائیں گے؟

(د) کیا حکومت پنجاب نے نئے تھانوں کے لئے فنڈ مختص کئے ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈنگہ صدر اور سٹی علیحدہ تھانے بنائے جا رہے ہیں اگر درست ہے تو کب تک، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع گجرات میں اس وقت 22 تھانہ جات فنکشن کر رہے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ مندرجہ ذیل چوکیات کو اپ گریڈ کر کے نئے تھانہ جات بنانے کے لئے تجاویز بھجوائی گئی ہیں۔

(1) شاہین چوک، (تھانہ سول لائن) (2) منگووال (تھانہ کنجاہ)

(3) سٹی ڈنگہ (تھانہ ڈنگہ)

(ج) یہ درست ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کو درست رکھنے کے لئے نئے تھانہ جات کی تجویز بھجوائی گئی ہیں اور نئے تھانہ جات پر ہونے والے اخراجات کا تخمینہ لاگت بھی بھجوائی گئی ہیں تاکہ آئندہ مالی سال میں ان تھانہ جات کے لئے فنڈز بھی الاٹ ہو سکیں۔

(د) ابھی تک حکومت کی طرف سے فنڈ مختص نہیں کئے گئے۔

(ہ) یہ درست ہے کہ تھانہ ڈنگہ کی حدود میں پولیس چوکی سٹی ڈنگہ کو اپ گریڈ کر کے تھانہ سٹی کا درجہ دینے کے لئے تجویز بھجوائی گئی ہے۔ یہ تجویز جلد منظور ہو جائے گی۔ جس کے بعد تھانہ صدر ڈنگہ علیحدہ ہو جائے گا۔

گجرات: قتل کے مقدمات کے اندراج سے متعلقہ تفصیلات

611: میاں طارق محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سال 2014 کے دوران ضلع گجرات میں قتل کے کتنے مقدمہ جات کا اندراج کون کون سے تھانے میں ہوا، ان مقدمہ جات کے نمبر، نامزد ملزمان اور گرفتار ملزمان کی تفصیل بتائی جائے؟

(ب) مذکورہ سال کے دوران اس ضلع گجرات کی حدود میں کتنی خواتین کو قتل کرنے کے مقدمہ جات کا اندراج ہوا کون کون سے تھانہ میں ہوا ان میں سے کتنے مقدمہ جات کے ملزمان گرفتار ہوئے ہیں، کتنے ملزمان ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے نیز خواتین کو قتل کرنے کی وجوہات، کیا ایف آئی آر میں درج کی گئی ہیں؟

(ج) کیا حکومت اس ضلع میں قتل کے مفرور ملزمان گرفتار کرنے اور ان کو جلد از جلد عدالتوں سے سزا دلوانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال2014 میں قتل کے 183 مقدمات کا اندراج ہوا جس کی تھانہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع گجرات سال2014 میں49 عورتوں کے قتل کے مقدمات کا اندراج ہوا جس کی تھانہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جی ہاں! گجرات پولیس مفرور ملزمان کو گرفتار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کر رہی ہے:

1. مفرور ملزمان کی گرفتاری کے لئے ضلع سرکل اور تھانہ وار سپیشل ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں۔
2. ان مفرور ملزمان کے خلاف 88ض ف کی کارروائی کی جارہی ہے۔
3. تھانہ کی سطح پر ان مقدمات کے مفرور ملزمان کے مدعیوں کے ساتھ باقاعدگی سے میٹنگز کی جارہی ہیں۔
4. 216ت پ کے مقدمات کا اندراج کیا جارہا ہے۔
5. بیرون ملک فرار مجرمان اشتہاریوں کے ریڈ وارنٹ جاری کروائے جارہے ہیں۔
6. انٹرپول کے ذریعے ان کی گرفتاری کا تحرک کیا جارہا ہے۔
7. پرائیویٹ سورس و مخبر قائم کئے گئے ہیں۔
8. پیروی افسران اور نائب کورٹس سے انفارمیشن کے حصول کی خاطر ان کو مفرور ملزمان کے بروشر تقسیم کئے گئے ہیں۔
9. مفرور ملزمان کے ہمراہی ملزمان سے انفارمیشن کا حصول جاری ہے۔
10. تھانہ کے نوٹس بورڈ اور دیگر اہم جگہوں/دفاتر میں نمایاں مقامات پر اشتہاریوں کی تصاویر ان کے مکمل کوائف کے ساتھ انفارمیشن کے حصول کے لئے چسپاں کی گئی ہیں۔
11. ریجن ہذا کے دیگر اضلاع کے مجرمان اشتہاریوں کی گرفتاری کے لئے علیحدہ SDPO کی نگرانی میں ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں۔
12. مجرمان اشتہاریوں کی انفارمیشن اور گرفتاری کے لئے مجرمان اشتہاریوں کا پروفائل مرتب کیا گیا ہے۔

پولیس ایکٹ کے تحت کانسٹیبل کی ضرورت سے متعلقہ تفصیلات

613: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پولیس آرڈر/ایکٹ کے تحت کتنے افراد کے لئے ایک کانسٹیبل کا ہونا چاہئے؟

(ب) صوبہ میں اس وقت پولیس کی منظور شدہ اسامیاں گریڈ وار اور عہدہ وار بتائیں؟
(ج) صوبہ کی آبادی کے مطابق کتنی اسامیاں عہدہ اور گریڈ وار ہونا چاہیئے؟
(د) کتنی اسامیاں عہدہ اور گریڈ وار کم ہیں اور پولیس کی نفری بڑھانے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پولیس آرڈر / ایکٹ میں آبادی کے لحاظ سے پولیس نفری کی تعداد متعین کرنے کا کوئی کلیہ نہیں ہے۔ البتہ بمطابق پولیس رولز1934 باب نمبر2 فقرہ نمبر2 ضمن نمبر2 تا3 پولیس اور آبادی میں کوئی تناسب مقرر نہیں کیا گیا سوائے اس کے کہ جس شہر کی آبادی تیس ہزار سے زائد ہے ان میں عموماً پولیس کی کل نفری450 باشندوں کے لئے ایک کانسٹیبل زیادہ نہ ہو گی۔ علاوہ ازیں مقامی حالات مثلاً تجارتی کاروباری حجم، میلوں، تہواروں کی اہمیت اور قرب و جوار میں کثرت وقوع جرائم کی عام حالت اور اسی قسم کے امور پر لازماً غور کرنا پڑتا ہے۔

(ب) صوبہ میں پولیس کی منظور شدہ اسامیاں گریڈ وار اور عہدہ وار مندرجہ ذیل ہیں:

عہدہ	سکیل	منظور شدہ اسامیاں
آئی جی پولیس	22	01
ایڈیشنل آئی جی پولیس	21	14
ڈی آئی جی / ڈی آئی جی (لیگل)	20	38
ایس ایس پی	19	74
ایس پی / ایس پی (لیگل)	18	184
اے ایس پی / ڈی ایس پی / ڈی ایس پی (لیگل)	17	810
انسپکٹر / انسپکٹر (لیگل) / سینئر ٹریفک وارڈن	16	3531
SI	14	15327
ASI	09	14616
ہیڈ کانسٹیبل	07	18988
کانسٹیبل	05	126338

(ج) بمطابق پولیس رولز1934 باب نمبر2 فقرہ نمبر2 ضمن نمبر2 تا3 پولیس اور آبادی میں کوئی تناسب مقرر نہیں کیا گیا۔ سوائے اس کے کہ جس شہر کی آبادی تیس ہزار سے زائد ہے ان میں عموماً پولیس کی کل نفری450 باشندوں کے لئے ایک کانسٹیبل زیادہ نہ ہو گی۔ ہر

ایک موقع کے مطابق مقامی حالات مثلاً تجارتی، کاروباری، حجم، میلوں تہواروں کی اہمیت اور قرب وجوار میں کثرت وقوع جرائم کی عام حالت اور اسی قسم کے امور پر لازماً غور کرنا پڑتا ہے۔

بمطابق ضمن نمبر3 دیہاتی تھانوں کی نفری وقوع جرائم پر منحصر ہے اوسط درج تھانہ کی رجسٹر شدہ جرائم کی سالانہ اوسط75 مقدمات قرار دی گئی ہے۔ایسے تھانہ کا عملہ کم، سب انسپکٹر، ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر، ایک ہیڈ کانسٹیبل اور بارہ پیادہ کانسٹیبل ہے۔ جن تھانوں میں جرائم کی تعداد بہت ہلکی ہو وہاں کانسٹیبلان کی تعداد گھٹا کر10 تک کی جا سکتی ہے اور جرائم کی تعداد سالانہ اوسط سے بڑھ جائے تو ہر ایک 50 مقدمات کے لئے ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر اور 2 کانسٹیبلان کا اضافہ ہونا چاہیئے۔

(د)

عہدہ	سکیل	منظور شدہ اسامیاں
آئی جی پولیس	22	01
ایڈیشنل آئی جی پولیس	21	14
ڈی آئی جی / ڈی آئی جی (لیگل)	20	38
ایس ایس پی	19	74
ایس پی / ایس پی (لیگل)	18	184
اے ایس پی / ڈی ایس پی / ڈی ایس پی (لیگل)	17	810
انسپکٹر / انسپکٹر (لیگل) / سینئر ٹریفک وارڈن	16	3531
SI	14	15327
ASI	09	14616
ہیڈ کانسٹیبل	07	18988
کانسٹیبل	05	126338

سال2015 میں پنجاب حکومت کی منظوری سے صوبہ کے مختلف اضلاع میں 2474 کانسٹیبلان کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ حکومت نے اہم منصوبوں پر کام کرنے والے چین اور دیگر ممالک کے شہریوں کی حفاظت کے لئے سپیشلائزڈ پروٹیکشن یونٹ میں چار ہزار نئی اسامیوں کی منظوری دی جس کے تحت بھرتی کا عمل جاری ہے۔

فیصل آباد میں پولیس آرڈر کے مطابق پولیس کی بھرتی سے متعلقہ تفصیلات

614: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

کیا حکومت ضلع فیصل آباد میں پولیس آرڈر کے مطابق پولیس کی نفری تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

ضلع فیصل آباد میں بمطابق احکامات مجاریہ منجانب آئی جی پنجاب بھرتی کا عمل شروع ہو چکا ہے جس میں امیدواران کی جانب سے درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 4-اگست تھی اور بھرتی کا باقی عمل بھی مقرر کردہ تاریخوں کے مطابق عمل میں لایا جائے گا۔

لاہور: شہری دفاع کے درجہ چہارم کے ملازمین سے متعلقہ تفصیلات

630: محترمہ کنول نعمان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) شہری دفاع لاہور میں کتنے ملازم عہدہ اور گریڈ وار کام کر رہے ہیں؟ تفصیل بتائیں۔

(ب) درجہ چہارم کے ملازمین کی تعداد عہدہ، گریڈ وار بتائی جائے۔ ان میں مستقل، عارضی اور کنٹریکٹ ملازمین کی فہرست مہیا کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ شہری دفاع لاہور میں درجہ چہارم کے متعدد ملازمین جو 15 تا 18 سال سے عارضی کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں ان کو تین تین ماہ سے تنخواہ نہیں دی جاری ہیں؟

(د) کیا حکومت شہری دفاع لاہور میں عارضی، کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز ملازمین کو مستقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) شہری دفاع لاہور میں اس وقت 63 ملازمین جو کہ ریگولر / کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درجہ چہارم کے ملازمین کی تفصیل (جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(1)	مستقل	12
(2)	کنٹریکٹ	01
(3)	عارضی / ڈیلی ویجز	44

(ج) تمام درجہ چہارم کے مستقل و کنٹریکٹ ملازمین کی تنخواہ بذریعہ اے جی آفس ان کے ذاتی اکاؤنٹ میں منتقل ہوتی ہے جبکہ ڈیلی ویجز ملازمین کو ماہ فروری 2015 تک ادائیگی ہو چکی ہے اور کسی ملازم کی بھی تنخواہ زیر التواء نہیں ہے۔

(د) کنٹریکٹ ملازمین کو حکومت پنجاب اگست 2014 میں مستقل کر چکی ہے جبکہ ڈیلی ویجز ملازمین کو مستقل کرنے سے متعلق کیس لاہور ہائی کورٹ لاہور میں زیر سماعت ہے۔

صوبہ بھر میں معطل شدہ پولیس افسران سے متعلقہ تفصیلات

656: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب میں RPO,DIG,SSP,SP,DSP رینک کے کتنے افسران او ایس ڈی یا suspend ہیں ہر رینک کے ساتھ ان کے نام بھی علیٰحدہ علیٰحدہ بیان فرمائیں، یہ کس تاریخ سے او ایس ڈی یا suspend ہیں؟

(ب) کسی افسر کو او ایس ڈی یا suspend کرنے کے لئے کیا قوانین ہیں اور ایک افسر کو کتنی دیر تک او ایس ڈی یا suspend کیا جا سکتا ہے؟

(ج) بہاولپور ضلع میں تھانہ جات سول لائنز کوتوالی، الجدید، عباس نگر، سمہ سٹہ، مسافر خانہ، صدر بہاولپور میں یکم جولائی 2014 سے 31۔ جنوری 2015 تک کس کس نام کے ایس ایچ او کتنے کتنے عرصہ کے لئے تعینات کئے گئے اور کس بنیاد پر تبدیل کئے گئے نیز قاعدہ/قانون کے مطابق ایک ایس ایچ او کو کم از کم کتنی مدت کے لئے تعینات کیا جانا چاہئے اور ایک ایس ایچ او کی ڈیوٹی کے 24 گھنٹے میں کتنا وقت مقرر ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف)

	او ایس ڈی	Suspend
RPO	Nil	Nil
DIG	05	Nil
SSP	07	Nil
SP	09	02
DSP	07	16

تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) S&GAD کے سرکلر نمبر SI.16-10/2001 مورخہ 10-12-2012 کے تحت ایسے تمام افسران جو معطل، زیر تربیت یا رخصت پر ہوں ان کی بحالی، تربیت یا رخصت سے واپسی تک او ایس ڈی کیا جا سکتا ہے۔ گورنمنٹ سرونٹ (ایفیشینسی اینڈ ڈسپلن) رولز 1973 کے

پیرا (i)(1)4 کے تحت جس افسر پر رشوت ستانی یا مس کنڈکٹ کا الزام ہو اسے افسر مجاز کی منظوری سے معطل کیا جا سکتا ہے جس کی تین ماہ بعد تجدید ہوتی ہے۔ کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) تھانہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

حلقہ پی پی۔130 میں واقع تھانہ بمبانوالہ میں ملازمین سے متعلقہ تفصیلات

690: جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

حلقہ پی پی۔130 ڈسکہ کے علاقہ میں واقع تھانہ بمبانوالہ میں ملازمین کی کل تعداد کتنی ہے اور کتنے ملازمین اس حلقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کتنے کتنے عرصہ سے تعینات ہیں اور تھانہ بمبانوالہ میں یکم جنوری 2014 سے لے کر 31۔دسمبر 2014 تک کل کتنے مقدمات درج ہوئے اور 31۔دسمبر 2014 تک تھانہ ہذا کے کل اشتہاری ملزمان کی تعداد کیا ہے، تفصیلات فراہم کی جائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

تھانہ بمبانوالہ میں کل 41 ملازمان تعینات ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

حلقہ پی پی۔130 میں سنٹر سول ڈیفنس سے متعلقہ تفصیلات

691: جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

حلقہ پی پی۔130 ڈسکہ سٹی میں کوئی ایک بھی سنٹر سول ڈیفنس کا کام کر رہا ہے یا کہ نہیں، اگر نہیں کر رہا تو حکومت کب تک ڈسکہ سٹی میں سول ڈیفنس سنٹر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے جبکہ ڈسکہ سٹی میں اس سنٹر کے لئے سرکاری جگہ بھی موجود ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

صوبہ پنجاب میں ضلعی ہیڈ کوارٹرز پر سول ڈیفنس کے دفاتر قائم ہیں اس لئے ڈسکہ سٹی / تحصیل میں سول ڈیفنس کا کوئی مرکز / دفتر موجود نہیں ہے۔ تاہم ٹی ایم اے ڈسکہ اگر دفتر قائم کرنے کے لئے عمارت اور دیگر ضروری وسائل / فنڈز مہیا کرے تو تنظیم شہری دفاع کے رضاکاران کا دفتر قائم کر دیا جائے گا۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ: پولیس چوکی (چیک پوسٹ) کی بحالی کا مسئلہ

714: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اکال والا روڈ پر چک نمبر 392 ج ب ٹوبہ ٹیک سنگھ کی حدود پر عارضی پولیس چوکی (چیک پوسٹ) قائم کی گئی تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس چیک پوسٹ پر اپنی مدد آپ کے تحت باقاعدہ عمارت تعمیر شدہ ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پوسٹ کے قیام سے اس علاقے میں موٹر سائیکل چھیننے اور راہزنی کی وارداتیں کم ہو گئی تھیں؟

(د) اب یہ چیک پوسٹ ختم کر دی گئی ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا حکومت عوام کو چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں سے نجات دلانے کے لئے اکال والا روڈ پر چوکی (چیک پوسٹ) قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) گزشتہ دور میں اکال والا روڈ پر کوئی پولیس چوکی قائم نہ کی گئی تھی بلکہ تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف سے ناکہ بندی اس مقام پر کی جاتی تھی۔

(ب) پولیس چوکی کی کوئی بلڈنگ / جگہ موجود نہ ہے بلکہ ایک عدد کمرہ اپنی مدد آپ کے تحت برائے ناکہ بندی پوائنٹ تعمیر شدہ ہے۔

(ج) اکال والا روڈ پر کوئی چیک پوسٹ موجود نہ تھی بلکہ ناکہ بندی پوائنٹ تھا جس وجہ سے موٹر سائیکل چھیننے اور راہزنی کی وارداتیں کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(د) پولیس چوکی کی کوئی بلڈنگ جگہ موجود نہ ہے بلکہ ناکہ بندی پوائنٹ ہے اس ناکہ بندی پوائنٹ کو بوجہ کمی نفری بند کر دیا گیا ہے۔ تاہم پولیس کی موبائل گشت دن رات جاری رہتی ہے کیونکہ اس کے نزدیک پہلے ہی تقریباً 2 کلو میٹر کے فاصلے پر الڑ چیک پوسٹ چک نمبر 383 ج ب پر قائم ہے۔

(ہ) جی نہیں! گورنمنٹ کا اکال روڈ پر چیک پوسٹ بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے کیونکہ پولیس کی موبائل گشت دن رات جاری رہتی ہے اور یہ پرامن علاقہ ہے کوئی سنگین وقوعہ سرزد نہ ہوا

ہے۔ تاہم اس کے نزدیک ہی تقریباً 2 کلو میٹر کے فاصلے پر پہلے ہی الرٹ چیک پوسٹ چک نمبر383ج ب پر قائم ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! فرمائیں، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کیا کہنا چاہتی ہیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج 4- اپریل 2016 ہے۔ پاکستان کی تاریخ کے اندر 4-اپریل 1979 ایک سیاہ دن تھا جب اس ملک کی تاریخ کو مسخ کیا گیا اور ایک فوجی آمر نے اس ملک کے ایک بہت بڑے طاقتور جمہوری وزیر اعظم کو judicial murder کے ذریعے پھانسی پر لٹکا دیا۔ ہم اس دن کو بڑے افسوس کے ساتھ مناتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایسا وزیر اعظم جس نے نہ صرف اس ملک کو آئین پاکستان دیا، اس ڈوبتے اور پریشان حال ملک کو ایک پہچان دی، اس ملک کی پریشان حال قوم کو نہ صرف ایک شناخت اور پہچان دی بلکہ اسے ایک آواز دی اور اس آواز پر جس طرح قوم یکجا ہوئی اس کی مثال آج تک پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آج میں خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گی کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ آج جس طرح سے پاکستان مشکلات کا شکار ہے---

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: آج پھر ہمیں اسی طرح کا وژن رکھنے والے لیڈر کی ضرورت ہے، آج ہمیں ان مشکلات سے نکلنے کے لئے جس طرح ذوالفقار علی بھٹو (شہید) نے پوری دنیا میں پاکستان کا لوہا منوایا اور جس طرح سپر پاورز کے سامنے سینہ سپر ہو کر پاکستان کی آواز بنے آج ہمیں ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق اس جماعت سے ہے---

جناب سپیکر: جی، مہربانی

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! جس کے بانی ذوالفقار علی بھٹو (شہید) تھے۔

جناب سپیکر: آپ کی نوازش، بہت شکریہ point of order is over آپ کی بات سن لی ہے، بڑی مہربانی۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! اس ملک کو سپر پاور بنانے والے لیڈر کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے آپ مجھے دو منٹ بھی نہیں دے رہے۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! آج ہم دہشت گردی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ جنگ سارے پاکستان کی ہے اس میں سب نے لڑنا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ کل سے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ میں پانامہ لیکس کے حوالے سے پوری دنیا اور بالخصوص۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی قرارداد آ گئی ہے۔ ابھی توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ شکریہ

قرارداد آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کا مطالبہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آپ سے کہوں گا کہ آپ میری قرارداد کو out of turn take up کریں ہم نے اس قرارداد کے ذریعے مطالبہ کرنا ہے کہ ہمارے ملک کا جو اربوں کھربوں روپیہ لوٹا ہوا ہے وہ واپس کیا جائے۔ حکمران اور مقتدر جماعت کا بھی یہ مطالبہ تھا اور ان کا الیکشن سے پہلے قوم سے یہ وعدہ تھا کہ جب وہ اقتدار میں آئیں گے تو بیرونی ملکوں میں جو لوٹا ہوا اربوں کھربوں روپیہ ہے وہ واپس لے کر آئیں گے۔ آج پوری دنیا میں یہ شور مچا ہوا ہے، میں نے اپوزیشن کے ممبران کے ساتھ مل کر یہ قرارداد جمع کرائی ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے ہم کھربوں روپے کے قرضے لے رہے ہیں، آپ اس قرارداد کو out of turn لے آئیں اور وفاقی حکومت سے مطالبہ کریں کہ لوٹی ہوئی دولت کو NAB کے ذریعے واپس لے کر آئیں اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم قائد حزب اختلاف کے علم میں ہے کہ کسی بھی قرارداد کو out of turn لانے کا جو طریق کار ہے اس کے مطابق یہ مجھے اپنی قرارداد کی کاپی فراہم کر دیں۔ اگر یہ اسے out of turn لانا چاہتے ہیں تو اس میں ہم جو ترمیم دینا چاہیں گے وہ دیں گے اور پھر rules جو procedure allow کرتے ہیں اس کے مطابق آپ take up کر لیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ جی، دیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ بات طے ہو گئی کہ انشاء اللہ یہ قرارداد آئے گی؟

جناب سپیکر: جی، کیا کہا؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! کیا یہ بات طے ہو گئی کہ یہ قرارداد out of turn آئے گی؟

جناب سپیکر: آپ نے بھیج دی ہے اب یہ قانون اور قاعدے کے مطابق ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ بالکل یہ بات طے ہو گئی ہے کہ اگر آپ ہماری ترمیم برداشت کر لیں گے تو یہ ضرور آئے گی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر! اس میں ترمیم دینا چاہتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! لاء منسٹر ایسی ترمیم دینا چاہتے ہیں کہ پنجاب اور پاکستان کا کوئی حقیقی مسئلہ حل نہ ہو سکے۔ آپ اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر bulldoze کریں گے۔

جناب سپیکر: ان کی ترمیم آنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوری قوم کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ آپ ہماری قرارداد out of turn take up کریں اور لاء منسٹر اسے oppose کریں تاکہ قوم دیکھے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس take up کرتے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اور ماحول خراب نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! قوم کے لوٹے ہوئے جو اربوں کھربوں روپے باہر پڑے ہیں وہ واپس لانے کے لئے ہم نے یہ قرارداد دی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے چور مچائے شور کی نعرے بازی)

جناب سپیکر: آپ کی قرارداد آ گئی ہے وہ دیکھ لیں گے اور جو ترمیم وہ دیں گے وہ بھی دیکھ لیں گے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ نہایت اہم معاملہ ہے اس لئے آپ ابھی ہماری قرارداد take up کریں۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! رولز کے مطابق جو طریق کار ہے محترم قائد حزب اختلاف اس بات کو سمجھتے ہیں آپ اس کی کاپی مجھے بھیج دیں اور رولز کے مطابق اس میں ترمیم دینے کا میرا right ہے مجھے موقع دیں اور اس کے بعد وہ قرار داد پیش کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ اسے out of turn take up کریں۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اس کی کاپی آتی ہے تو لاء منسٹر کو دیتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ ہماری قرار داد out of turn take up کریں۔

جناب سپیکر: رولز کے مطابق. what is according to rules ایسے نہیں ۔ میاں صاحب ایسے نہ کریں۔ میاں صاحب! ان کو کاپی دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ ہماری قرار داد take up کریں اور وزیر قانون اسے oppose کریں تاکہ ان کا چہرہ پوری قوم کے سامنے آئے۔ اگر آپ ہماری یہ قرار داد take up نہیں کریں گے تو ہم ایوان سے بائیکاٹ کریں گے۔ آپ ہماری قرار داد پر رائے شماری کرائیں رانا صاحب اسے oppose کر دیں تاکہ ان کا اصل چہرہ قوم کے سامنے آ جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر قائد حزب اختلاف نے واک آؤٹ کرنا ہے تو علیحدہ بات ہے لیکن یہ اس قرار داد کی کاپی تو مجھے دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم اس پر واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ
کر کے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب سپیکر: میاں صاحب! بلاوجہ واک آؤٹ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ اندر تشریف لائیں۔ میرے لئے آپ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو کاپی بھی نہیں ملی اور آپ پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ قرار داد پڑھیں۔

کورم کی نشاندہی

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! ایوان میں کورم پورا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے، گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر: گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے لہٰذا آدھ گھنٹے کے لئے اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(آدھ گھنٹہ وقفہ کے بعد جناب سپیکر 5 بج کر 21 منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا ہے لہٰذا کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

(کوئی توجہ دلاؤ نوٹس پیش نہ ہوا)

جناب سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 930 محترمہ فائزہ احمد ملک کا ہے جو کہ move ہو چکا ہے اور جواب کے لئے pending تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آج مقامی پولیس نے رپورٹ submit کرنی تھی جس کے لئے وہ تھوڑا وقت چاہتے ہیں اس لئے اس توجہ دلاؤ نوٹس کو next Thursday یعنی جمعرات تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس توجہ دلاؤ نوٹس کو next Thursday تک کے لئے pending کیا جائے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 930 چودھری اختر علی خان کا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مقامی پولیس اور سی پی او نے جو وعدہ فرمایا تھا کہ اس پر progress report پیش کریں گے لیکن انہوں نے اس کے لئے مزید ایک ہفتے کا وقت مانگا ہے اس لئے آپ اسے بھی جمعرات تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس توجہ دلاؤ نوٹس کو بھی next Thursday تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس محترمہ شُنیلا رُوت کا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا میرے پاس جواب موجود ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: چونکہ وہ تشریف نہیں رکھتیں اس لئے توجہ دلاؤ نوٹس کو dispose of کیا جاتا ہے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ پہلی تحریک استحقاق چودھری عامر سلطان چیمہ کی ہے ان کی طرف request آئی ہے کہ ان کی تحریک استحقاق کو pending کیا جائے اس لئے اسے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق جناب منان خان کی ہے۔ جی، جناب منان خان!

ایم ایس میو ہسپتال کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ

جناب منان خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 24-مارچ 2016 کو میرے حلقہ پی پی-134 گاؤں چاتری تحصیل شکر گڑھ میں شدید فائرنگ کے نتیجے میں 14 لوگ شدید زخمی ہوئے اور تین لوگ جاں بحق ہو گئے۔ شدید زخمیوں میں سے پانچ افراد کو جو انتہائی serious حالت میں تھے، انہیں میو ہسپتال لاہور refer کر دیا گیا۔ جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا تو میں اپنے حلقہ کے مریضوں کی عیادت کے لئے میو ہسپتال لاہور پہنچا اور ایم ایس ڈاکٹر امجد شہزاد کو ان کے دفتر میں ملنے کے لئے گیا۔ ان کو اپنا تعارف کروایا اور گزارش کی کہ وہ میرے ساتھ جا کر شدید زخمی مریضوں کے وارڈ کا visit کریں اور ڈیوٹی ڈاکٹرز کو مریضوں کی

careکے لئے تاکید کردیں کیونکہ وہ انتہائیseriousحالت میں تھے۔ موصوف ایم ایس میری بات سن کر سیخ پا ہو گئے اور مجھے کہا کہ فی الحال میرے پاس وقت نہیں ہے اور میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔

جناب سپیکر! میں ایک معزز ممبر اسمبلی ہوں اور میرے ساتھ ایم ایس میو ہسپتال کے اس نہ مناسب رویہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ نے پڑھ دی ہے اس کا جواب آئے گا تو پھر اس کے بعد دیکھتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق پیرزادہ میاں شہزاد مقبول بھٹہ کی ہے جو کہ moveہو چکی ہے اور اس تحریک استحقاق کا جواب آنا تھا۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس کا جواب آیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کا جواب میرے پاس نہیں آیا اس تحریک استحقاق کو next weekکے لئے رکھ لیں۔ جواب منگوا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: Next weekکے لئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کو پرسوں کے لئے رکھ لیں میں جواب منگوالوں گا۔

جناب سپیکر: آپ نے کل بات نہیں سنی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک استحاق کو بدھ تک کے لئے pendingفرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، کیا کہا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! میں جواب منگوا لیتا ہوں اس لئے تحریک استحقاق کو پرسوں تک کے لئے pendingفرمادیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کا جواب کل بھی آ سکتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جی ہاں!

جناب منان خان: جناب سپیکر! ہسپتال میں شدید زخمی مریضوں کا معاملہ ہے اور آپ نے اسے جواب سے منسلک کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ سے متعلق بات نہیں ہو رہی اس لئے آپ تشریف رکھیں کیونکہ آج آپ نے اپنی تحریک استحقاق پڑھ لی ہے۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! میں پھر اپنی تحریک استحقاق واپس لے لوں؟

جناب سپیکر: آپ ایسے نہ کیا کریں اور مہربانی کریں۔ اس کا جواب آنے دیں پھر اس پر بات کریں گے۔ کل اس کا جواب آ جائے گا تو دیکھ لیں گے۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! ہسپتال میں شدید زخمی لوگ پڑے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، مجھے احساس ہے اور کل اس تحریک استحقاق کا جواب آ جائے گا تو دیکھ لیں گے۔ آپ بلاوجہ feel کرتے ہیں جو کہ اچھی بات نہیں لگتی۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! ہسپتال میں 10 دن سے مریض داخل ہیں اور ان کا آپریشن نہیں ہو رہا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں please یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ No, this is not good.

جناب منان خان: جناب سپیکر! اگر کمیٹی میں نہیں بھیجنی تو پھر میں اسے واپس لے لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کا جواب آ لینے دیں اور انہیں اس کا جواب دینے دیں پھر دیکھیں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب منان خان: جناب سپیکر! میں اسے واپس لے لوں؟

جناب سپیکر: میں اس پر افسوس ہی کر سکتا ہوں۔ آپ کی مہربانی کہ آپ تشریف رکھیں۔ کل اس کا جواب آ جائے گا تو دیکھیں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے۔ پہلی تحریک التوائے کار محترمہ شُنیلا رُوت کی ہے۔ یہ تحریک التوائے کار پڑھی گئی ہے لہذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 86/16 میاں محمد اسلم اقبال کی ہے اُن کی request آئی ہے اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 90/16 بھی محترمہ شُنیلا رُوت کی ہے ۔۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 95/16 میاں محمد اسلم اقبال کی ہے ان کی request پہلے آچکی ہے اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 101/16 ملک احمد سعید خان، ملک محمد احمد خان، شیخ علاؤالدین کی ہے اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا اس کا جواب آیا ہے؟ یہ ایگریکلچر سے متعلقہ ہے پارلیمانی سیکرٹری یا متعلقہ منسٹر موجود نہیں ہیں؟ اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 143/16 چودھری اشرف علی انصاری کی ہے وہ اسے پڑھیں۔

لاہور میں فیکٹریوں کی بہتات

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کاروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 28- فروری 2016 کے مقامی روزنامہ کی "خبر" کے مطابق لاہور والوں کی جانیں داؤ پر لگ گئیں، 17 ہزار سے زائد غیر قانونی فیکٹریز حفاظتی اقدامات نہ ہنگامی انخلاء کے راستے، متعلقہ محکمہ جات کی عدم توجہی کے باعث صوبائی دارالحکومت کے رہائشی علاقوں میں چھوٹی بڑی فیکٹریز کی بھرمار ہو چکی ہے۔ ان تمام فیکٹریز میں فائر فائٹنگ کے حوالے سے حفاظتی انتظامات نہ ہونے کے برابر ہیں مسئلہ یہ ہے کہ لاہور کے رہائشی علاقوں میں چھوٹی بڑی غیر قانونی فیکٹریز کی تعداد 17 ہزار سے تجاوز کر گئی ہے جبکہ محکمہ لیبر، پولیس، ریسکیو 1122، سول ڈیفنس محکمہ تحفظ ماحول کی ٹیمیں صرف سروے کرنے اور نوٹس دینے تک محدود ہو گئیں۔ فائر فائٹنگ اور دیگر حفاظتی انتظامات نہ کرنے والی فیکٹریز کے خلاف آپریشن ایک مرتبہ پھر ناکام ہو گیا ہے۔ ان تمام فیکٹریز میں فائر فائٹنگ کے حوالے سے حفاظتی انتظامات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ محکمہ تحفظ ماحول، سول ڈیفنس، ریسکیو 1122 اور لیبر کے افسران اور

عملہ ان فیکٹریز کے خلاف کارروائی کر کے ان کو بند کرتے اور انتظامات کے مکمل ہونے تک ان کے مالکان کے خلاف تھانہ جات میں ایف آئی آر درج کروائی جاتیں تاکہ عوام کی جانیں محفوظ ہوتیں، ایسا نہ کر کے لاکھوں افراد کی جانوں کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری یا منسٹر موجود نہیں ہیں اس تحریک التوائے کار کو next weekتک کے لئےpendingکیا جاتا ہے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں آپ اس میں کوئیstatementنہیں دے سکتے۔

چودھری اشرف علی انصاری: جناب سپیکر! میری ایک اور تحریک التوائے کار نمبر 830/15ہے اُس کو پڑھے ہوئے چھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے ابھی تک اُس تحریک التوائے کار کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: جب اُس تحریک التوائے کار کی باری آئے گی پھر پوچھیں گے ابھی نہیں۔

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! نہایت ہی اہمیت کے پوائنٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، کس کی؟

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! ہمارے حلقے پی پی۔201میں ژالہ باری ہوئی ہے اور بے تحاشا نقصان ہوا ہے اُس میں پی پی۔201اور پی پی۔200میں فصلیں اور باغات مکمل طور پر تباہ ہو گئے ہیں اُس کے لئے گزارش ہے کہ حکومت۔۔۔

جناب سپیکر: آپ لکھ کر بھجوا دیں پھر اُس پر کارروائی کرواتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! چھوٹا سا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر چھوٹا کیسے ہو گیا؟

گندم کی خرید پر حکومتی پالیسی سٹیٹمنٹ کا مطالبہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ گندم سیزن اب شروع ہونے والا ہے ابھی تک اس حوالے سے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی پالیسی اعلان نہیں ہوا کہ کتنی گندم خریدنی ہے، کس ریٹ پر خریدنی ہے اور کیا معاملہ کرنا ہے؟ سابقہ لاکھوں ٹن گندم پڑی ہے اس کی کیا fate ہے اور کسانوں نے کس طرح اس حوالے سے پریشان ہونا ہے اجلاس جاری ہے میری التماس ہے کہ مہربانی کر کے اس حوالے سے گورنمنٹ اس پر کوئی policy statement دے تاکہ کسان جو پریشان ہیں اُن کی پریشانی دور ہو اور یہ بات طے ہو کہ ہم گندم کا ایک ایک دانہ خریدیں گے بس اتنی بات میں ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: جی، متعلقہ وزیر صاحب کو اس کے متعلق بھجوائیں پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

پری بجٹ بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر continuation of pre-budget discussion کے لئے جن جن صاحبان نے اس میں حصہ لینا تھا انہوں نے اپنے نام بھجوانے تھے ابھی تک جو میرے پاس لسٹ آئی ہے یہ 9 صاحبان کی ہے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر بھی اس میں شامل ہیں قائد حزب اختلاف اس کو شروع کریں اور اگر کوئی اور معزز ممبران اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو اپنے نام بھجوادیں۔ جی، قائد حزب اختلاف!

قائدِ حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میری خواہش تھی کہ محترمہ وزیر خزانہ بھی یہاں تشریف فرما ہوتیں۔

جناب سپیکر: جی، ابھی بلوا لیتے ہیں اُنہیں وہ ابھی آجائیں گی پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

قائدِ حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! محترمہ ایوان میں موجود نہیں ہیں یہ سال میں بجٹ ہوتا ہے دو مواقع---

جناب سپیکر: میاں صاحب! پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! معزز پارلیمانی سیکرٹری تو اپنی جگہ موجود ہیں کیا اسمبلی کا جب اجلاس ہو رہا ہو اُس سے زیادہ اہم کام بھی ہوتے ہیں کہ منسٹر صاحبان یہاں سے غائب ہو جاتے ہیں pre-budget discussion concern ہے۔ I am very sad۔

جناب سپیکر: محترمہ وزیر خزانہ اگر ہیں تو تشریف لے آئیں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں محترمہ وزیر خزانہ کو یہاں ہونا چاہئے تھا اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ discussion کی کتنی اہمیت ہو گی۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات شروع کریں اُنہیں بلواتے ہیں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! مجھے امید ہے کہ بحث کے دوران ہی وہ خود بھی آجائیں گی بہتر ہوتا کہ وہ اپوزیشن کی طرف سے حکومتی بنچوں کی طرف سے جو تجاویز ہیں وہ خود نوٹ کرتیں تاکہ آئندہ بجٹ کے اندر۔۔۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں اُن کا سٹاف موجود ہے آپ بات کریں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! دیکھیں ناں آپ اُن کو defend کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں defend نہیں کر رہا میں تو بتا رہا ہوں۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں یہ principally اسمبلی سے زیادہ اور کیا اہم meeting ہے کہ منسٹر صاحبہ یہاں سے چلی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: میں اُن کو defend نہیں کر رہا ہوں میاں صاحب! میں تو آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہاں پر پارلیمانی سیکرٹری اور اُن کا سٹاف آپ کو سننے کے لئے موجود ہے۔

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! انہوں نے تین منٹ کی speech کی ہے اور اُس speech کے اندر انہوں نے کچھ نہیں بیان کیا کہ اس پنجاب کے اہداف کیا ہیں، ہماری اس وقت ٹوٹل financial condition، position کیا ہے، کوئی facts and figures نہیں اور ہم آئندہ growth rate کیا مقرر کرنے جا رہے ہیں؟ اس وقت پنجاب کی جو مالی حالت ہے ہم کتنے سو ارب روپے کے مقروض ہیں اُس میں کتنا قرضہ ملکی بنکوں کا ہے اور کتنا قرضہ بین الاقوامی اداروں سے ہم نے

لیا ہوا ہے؟ کوئی چیز بھی اُس پری بجٹ میں نہیں تھی وہ تین منٹ کی تقریر تھی اور آج اگر اپوزیشن کی طرف سے یا اس ایوان کے دیگر معزز ممبران کی طرف سے یہاں پر تجاویز آئی ہیں تو یہ patience کے ساتھ دو تین دن نہیں دو گھنٹے کے لئے ایوان میں بیٹھنا تھا یہ بھی اگر منسٹر صاحبان کو گوارا نہیں ہے جو concerned, relevant Minister ہیں تو میں اس پر افسوس کا اظہار ہی کر سکتا ہوں اور اُن کی سنجیدگی کے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ حکومت پری بجٹ سیشن میں ممبران کی تقریروں سے یہاں پر کتنی سنجیدہ ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی سنجیدگی کے عالم کے بارے میں یہ کہا تھا اور میں نے یہ تجویز دی تھی کہ پوری دنیا کے اندر یہ ہوتا ہے کہ منتخب عوامی نمائندے بجٹ تجاویز مرتب کرتے ہیں۔ یہ جو ہماری سٹینڈنگ کمیٹیاں ہیں ان کا سال میں شاید ایک اجلاس ہوتا ہے میں نے پچھلے سالانہ بجٹ میں بھی یہ کہا تھا اور مجھے امید تھی کہ یہ جو pre budget session ہو رہا ہے اس سے پہلے جو concern Standing Committees ہیں جن میں ہیلتھ، ایجوکیشن، لوکل گورنمنٹ، لاء اینڈ آرڈر ہیں ان کو ٹاسک دیا جائے گا کہ آپ اپنی میٹنگ کر کے اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں مسائل کے حوالے سے اور وسائل کے حوالے سے عوامی priorities کو طے کریں لیکن بدقسمتی سے ایک لگا بندھا تھکا سسٹم جو چلا آ رہا ہے اسی پر ہم مکھی پر مکھی مارے جا رہے ہیں for God sake ہمیں ان روایات کو بدلنا چاہئے۔ بیوروکریٹس سارا کچھ چلا رہے ہیں۔ یہاں میرے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں ہم دو دو، چار چار منٹ بولیں گے اور اس کے بعد چلے جائیں گے، کسی کو کچھ پتا نہیں ہے کہ ہمارے کتنے وسائل ہیں، کتنے مسائل ہیں، ایجوکیشن میں کیا ہونے جا رہا ہے اور ہیلتھ میں کیا ہونے جا رہا ہے۔ جو منتخب ممبران بتا سکتے ہیں، ان کمیٹیوں کے ممبر بتا سکتے ہیں وہ کوئی SO نہیں بتا سکتا۔ سیکشن آفیسر اور ڈپٹی سیکرٹری پچھلے بجٹ کو سامنے رکھتا ہے، آئندہ کے لئے کچھ موٹی سی چیزیں لے لیتا ہے اور انہی الفاظ کا ہیر پھیر کر کے بجٹ کی کتابیں بن جاتی ہیں۔ وہ کتابیں یہاں آ جائیں گی، چھپ جائیں گی، ان بیس بیس کلو کی کتابوں کو ہمیں دو دن پڑھ کر جواب دینا ہو گا، اسی طرح طوطے کی طرح رٹی رٹائی باتیں ہوں گی اور بجٹ پاس ہو جائے گا۔ کاش! اس وقت پنجاب کے دس کروڑ عوام کو جو چیلنجز ہیں اگر ہم ان کو سامنے رکھیں اور ان منتخب نمائندوں کو empower کریں، یہ کس لئے منتخب ہوئے ہیں؟ یہ صرف آپ کا کورم پورا کرنے اور یہاں حاضری لگوانے کے لئے نہیں ہیں۔ خدا کے لئے ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں، انہیں ٹاسک دیں اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر ان منتخب نمائندوں اور کمیٹیوں کی تجاویز، ان کی مشاورت اور ان کی

priorities کے مطابق بجٹ compile ہو گا وہ پنجاب کی تاریخ کا سب سے بہترین بجٹ ہو گا اس لئے کہ ایک عوامی نمائندہ جو لوگوں سے ووٹ لے کر آتا ہے اس کو grass roots level پر لوگوں کے مسائل کا ادراک ہوتا ہے اور اس کو روزانہ ان مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ ایک جیسے ملتے جلتے مسائل ہیں۔ اس میں تفریق ہو سکتی ہے، دیہی علاقوں کے کچھ اور ہوں گے اور شہری علاقوں کے ذرا مختلف ہوں گے۔ بہرحال میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی کو بھی اس سے strong message جاتا ہے۔ اگر آپ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذمے لگاتے تو کہیں بہتر بجٹ کی تجاویز تیار ہو سکتی تھیں جس سے بہت ہی بہتر، قابل عمل اور نتیجہ خیز بجٹ سامنے آ سکتا تھا۔ پنجاب 580-ارب روپے کا مقروض ہے اب وزیر خزانہ تو یہاں نہیں ہیں۔ اپنی pre budget speech میں سب سے ضروری یہ تھا کہ وہ یہ بتاتی کہ اس وقت ہمارے پنجاب کی مالی حالت کیا ہے، اس کے بعد بہتر تجاویز دی جا سکتی تھیں کہ ہم کتنے سو ارب روپے کے مقروض ہیں؟

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کہوں گا کہ یہ ضمنی بجٹ، آئندہ بجٹ کے اندر ہم کوشش کریں کہ وہ اتنا realistic ہو کہ اس میں ہمیں اربوں روپے کا ضمنی بجٹ بعد میں پیش نہ کرنا پڑے اور پاس نہ کرنا پڑے۔ وہ بجٹ پھر بجٹ نہیں رہتا اگر بجٹ کے اندر جو اہداف ہیں ان کے ٹارگٹ کو حاصل نہیں کرتے۔ اس میں اربوں روپے کی رقومات surrender ہوتی ہیں اور reappropriation کے نام پر اپنے من پسند محکموں کے اندر چلی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اس کی priorities اور اس کا پاس کئے ہوئے بجٹ میں کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے کو surrender کر کے ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے head میں جب آپ دے دیں گے تو بجٹ کی اصل حالت مسخ ہو جاتی ہے اور وہ اصلی حالت پر موجود نہیں رہتا۔

جناب سپیکر! میں بجٹ کے حوالے سے دو تین موٹی باتیں کہوں گا کہ پنجاب حکومت کو اپنی priorities کو بدلنا ہو گا۔ پوری دنیا کے اندر Human Development Management پر، انسانی جانوں پر سب سے زیادہ focus ہوتا ہے کہ اس کو ترجیح دی جائے۔ بدقسمتی سے ہمارے پاکستان اور پنجاب میں Human Development Management کے اعتبار سے ہمارا دنیا کے اندر 144 واں نمبر ہے۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے شہریوں، اپنے ووٹرز اور عوام پر کتنا خرچ کرتے ہیں۔ ہمارا per capita income میں 133 واں نمبر ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی

ترجیحات کو بدلتے ہوئے لوگوں کی جان و مال کا تحفظ، صحت، تعلیم اور پینے کے صاف پانی کو priority دیں باقی چیزوں کی ثانوی حیثیت ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں block allocation کی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اربوں روپیہ block allocation کے نام پر وزیر اعلیٰ کی disposal پر دینا مناسب بات نہیں ہے۔ ہاں آپ ضرور دیں لیکن ارب ہا روپیہ کہ ان کے ذہن میں جو آئے وہ اسی وقت دے دیں اس پر ہمیں اعتراض ہے کہ یہ رقم کم ہونی چاہئے۔ Growth rate یعنی شرح نمو realistic ہونی چاہئے۔ پنجاب کے اندر پچھلے چار سالوں میں آج تک ہم نے جو بھی growth rate مقرر کیا وہ کبھی بھی achieve نہیں کیا للہذا آئندہ ہم جو بھی شرح نمو طے کریں ہمیں اس ٹارگٹ کو achieve کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں مختلف شعبہ جات کے حوالے سے تجاویز دینا چاہوں گا اور پچھلے بجٹ سے اب تک کا critical analysis بھی دینا چاہوں گا۔ وفاقی حکومت کے ادارے Academy of Education Planning Management کی فروری 2016 میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق پنجاب کے اندر ایک کروڑ سے زائد بچے جو school going age میں ہیں وہ سکول جانے سے محروم ہیں۔ مفت اور لازمی تعلیمی ایکٹ یہ آئین کا آرٹیکل (25(a ہے جس کے تحت ہر ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو لازمی مفت تعلیم کی سہولت فراہم کرے لیکن آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ پنجاب کے اندر اگر ایک کروڑ سے زائد بچے سکولوں میں نہیں جا رہے ہیں تو یہ انتہائی خوفناک figure ہے ہمیں اس پر توجہ دینی ہوگی۔ صرف زبانی باتیں کرنے سے، چار چھ دانش سکول بنانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے ہمیں long run اور short turn پالیسی بنانی پڑے گی۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں میں بچوں کی تعداد میں انتہائی فرق ہے۔ پرائمری سکولوں میں 83 لاکھ سے زیادہ enrollment ہے اور ہائی سکولوں کی enrollment صرف 19 لاکھ ہے۔ یعنی 83 لاکھ بچے پرائمری یا میٹرک تک جاتے ہیں اور اس سے اوپر ہائی سکول میں صرف 19 لاکھ بچے اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہیں باقی اتنی بڑی تعداد تقریباً 70 یا 65 لاکھ بچے اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو اس پر سوچنا چاہئے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ بچوں کی اتنی بڑی تعداد اپنی تعلیم کیوں جاری نہیں رکھ سکتی؟ یہ بات صرف enrollment تک محدود نہیں ہے بلکہ پنجاب ایگزیمنیشن کمیشن 2015 کی رپورٹ کے مطابق ہمارا تعلیمی معیار بھی قابل تعریف نہیں ہے۔ "پڑھو پنجاب بڑھو پنجاب" کے نعروں کے باوجود ریاضی اور

سائنس کے علوم میں پچھلے چار سال کے دوران پانچویں اور آٹھویں کے بچے میں کوئی خاطر خواہ بہتری نہیں لائی جا سکی۔ میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہا ہوں، سنی سنائی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ پنجاب ایگزیمیشن کمیشن کی رپورٹ ہے جو پنجاب حکومت کا بنایا ہوا ہے یہ اس کے الفاظ ہیں اور میں یہاں پر اس کے الفاظ quote کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! 15-2014 کے مالی بجٹ میں محکمہ تعلیم کے لئے 273۔ارب روپے مخصوص کئے گئے تھے اس رقم میں ترقیاتی بجٹ کا تخمینہ 48۔ ارب روپے تھا، سکولوں کی تعمیر و مرمت اور سہولیات کے لئے 18۔ارب روپے تھے لیکن تعلیمی ایمرجنسی کے نعروں کے باوجود پنجاب حکومت سکولوں کے ترقیاتی بجٹ میں صرف 11 فیصد خرچ کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اس کے برعکس وزیراعلیٰ کے من پسند ادارے بشمول پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور دانش سکول کو مختص کی گئی رقم خرچ نہیں کی گئی بلکہ بجٹ میں اس سے بھی زیادہ پیسے دیئے گئے تھے۔ 16-2015 کے مالی بجٹ میں تعلیم کے لئے 310.2۔ارب روپے کا اعلان کیا گیا، اس میں سے ترقیاتی بجٹ میں 44۔ارب روپے اور باقی ماندہ غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے مختص تھے۔

جناب سپیکر! رواں مالی سال کے پہلے سات ماہ یعنی جولائی 2015 سے جنوری 2016 تک ترقیاتی بجٹ کا صرف 26 فیصد خرچ کیا گیا اور اس دورانیہ میں جو خرچ کیا جانا چاہئے تھا وہ 58 فیصد ہونا چاہئے تھا۔ یعنی جو خرچ ہوا وہ 26 فیصد ہے اور ان سات ماہ کے اندر جو خرچ ہونا چاہئے تھا وہ 58 فیصد ہے۔ اسی طرح غیر ترقیاتی بجٹ میں 30 فیصد خرچ ہوا اور جو خرچ ہونا چاہئے تھا وہ 58 فیصد ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ فوری طور پر پنجاب کے اندر تعلیمی ایمرجنسی کے نفاذ کا اعلان کریں۔ ترقیاتی بجٹ، جو missing facilities ہیں، نئے سکولوں کی تعمیر، بچوں کی تعداد میں اضافے کے حوالے سے جو اقدامات ہیں اس کی رپورٹ بھی اگر ہر تین ماہ کے بعد ایوان کے اندر پیش کی جائے تو اس سے تعلیمی میدان کے اندر خاطر خواہ بہتری کے امکانات ہو سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پسماندہ اضلاع جن میں ایسے اضلاع جن کے اندر ہمارے بچوں کی بہت بڑی تعداد سکول نہیں جا رہی تو وہاں پر آپ ایک وظیفہ دیں جو کہ خیبر پختونخوا حکومت نے دیا ہے اور وہ خاص طور پر بچیوں کے لئے ہو یعنی 500 یا 1000 روپیہ ماہانہ ایک طالب علم کو interact کرنے کے لئے انہیں initiative دیں، ان parents کو جو یونیفارم نہیں خرید سکتے، جو بچوں کی فیس pay نہیں

کر سکتے۔ آپ ان پسماندہ اضلاع کی ایک فہرست بنا کر ان بچوں کی تعداد بڑھائیں۔ انہیں وظیفہ دیں تاکہ وہ سکول آنا شروع کریں اور سکول going بچوں کی تعداد بڑھ سکے۔

جناب سپیکر! اسی طرح اساتذہ کی ٹریننگ پر خصوصی توجہ دی جائے اور اساتذہ سے غیر تدریسی ڈیوٹیاں لے رہے ہیں، ہر کام اساتذہ کے ذمہ ہوتا ہے، آپ کی کوئی بھی مہم ہو جیسے پولیو ویکسین پلانے سے لے کر باردانہ کی تقسیم تک ہر کام ہم ان اساتذہ صاحبان سے لیتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب یہ سلسلہ بند ہونا چاہئے۔ ان کی ٹریننگ کا خاطر خواہ انتظام ہونا چاہئے، ہم ان سے جو غیر تدریسی ڈیوٹیاں لیتے ہیں وہ ڈیوٹیاں ختم کریں۔

جناب سپیکر! ہر دفعہ یہ بات سامنے آتی ہے کہ پورے پنجاب میں یکساں نصاب تعلیم رائج کریں تاکہ اس ملک کے اندر جو ایک طبقاتی تقسیم ہے اس کا خاتمہ ہو سکے۔ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے کے اندر تعلیم کے تین طرح کے نظام چل رہے ہیں۔ ایک طرف وہ سرکاری سکول ہیں جیسے ہم ٹاٹ سکول بھی کہتے ہیں، سرکاری سکولوں کے اندر بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی بھی بہت بڑی تعداد ہے، ایک طرف ایچیسن، امریکن سکول اور گرائمر سکولز ہیں جس کے اندر ہماری elite class کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور تیسری طرف وہ مدارس ہیں جہاں پر لاکھوں کی تعداد میں بچے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور بنیادی تعلیم کی طرف ان کی توجہ یا ان کا رجحان یا ان کا انتظام نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت جن مسائل کا ہمیں سامنا ہے اس کی بھی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں نصاب تعلیم ایک نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہو گی کہ gradually اس کو کریں لیکن یہ ہو جانا چاہئے کہ پورے صوبے کے اندر ایک ہی نصاب تعلیم ہو۔ ایچیسن سکول میں پڑھنے والا بچہ بھی وہی کتابیں پڑھے اور اس کو environment میں بھلے فرق ملے لیکن شیشم کے نیچے ٹاٹ پر بیٹھ کر بچہ بھی وہی کتابیں پڑھ رہا ہو جو ایچیسن سکول کے اندر پڑھ رہا ہے اور تمام گرائمر سکولوں کے اندر بھی وہی نصاب ہو جو ایچیسن سکول اور ٹاٹ کے سکولوں میں بیٹھے ہوئے بچے پڑھ رہے ہیں۔ دینی مدارس کے اندر نصاب بھی balance قسم کا ہونا چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے مساوی قسم کے مواقع پیدا ہوں گے۔ اب تو کوئی competition نہیں ہے ایک بچہ جو ٹاٹ کے سکول میں بیٹھ کر اردو میڈیم میں پڑھتا ہے اور دوسری طرف گرائمر سکولوں کے بچے ہیں جب وہ competition میں آتے ہیں تو زندگی کی دوڑ میں ہمارے 90 فیصد بچے پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ کسی طرح بھی compete کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ انہیں وہ

environment ملتا ہے، اس طرح کی ایجوکیشن ملتی ہے، وہ توجہ ملتی ہے اور نہ ہی اس طرح کی ان کی ٹریننگ ہوتی ہے تو میری حکومت کے لئے تجویز ہوگی، یہ بہت بڑا انقلابی قدم ہوگا جس پر پنجاب کی عوام حکومت کے مشکور اور ممنون ہوں گے۔ ہمیں یہ انقلابی قدم اٹھانا چاہئے اور یکساں نصاب تعلیم جاری کرنا چاہئے۔ اسی طرح یکساں نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ جو کچھ بھی مشکل نہیں ہے وہ ہے یکساں یونیفارم، آپ پورے پنجاب کے اندر جو بھی تعلیمی ادارے ہیں چاہے وہ سرکاری تعلیمی ادارے ہوں، وہ گرائمر سکول ہوں یا وہ دینی مدارس کے سکول ہوں تو ان سب کا ایک ہی یونیفارم مقرر کریں اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ یہ حکومت ایک ordinance جاری کرکے اس پر legislation کرسکتی ہے یا ویسے لوگوں کو پابند کرسکتی ہے تو میری وزیر خزانہ سے یہ گزارش ہے کہ محکمہ ایجوکیشن کو مؤثر بنانے کے لئے ان چند تجاویز پر عملدرآمد کروائیں۔

جناب سپیکر! دوسری جو missing facilities کے حوالے سے ہر دفعہ یہاں بات ہوتی ہے کہ یہاں کوئی آٹھ ہزار سے زائد سکول ہیں جن کے اندر missing facilities ہیں، کہیں پر چار دیواری نہیں ہے، کہیں پر بجلی نہیں ہے، کسی سکول میں پانی نہیں ہے اور کسی سکول میں اساتذہ مکمل نہیں ہیں۔ یہاں تمام missing facilities پوری کرنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! اب میں لاء اینڈ آرڈر پر تھوڑی بات کرنا چاہوں گا کہ ہم نے 2015-16 کے بجٹ میں لاء اینڈ آرڈر کے لئے 109۔ارب 25 کروڑ روپے مختص کئے تھے لیکن اس کے باوجود جون 2015 سے لے کر 30۔مارچ 2016 تک صوبے میں قتل، اقدام قتل، اغواء، اغواء برائے تاوان سمیت سنگین جرائم کی شرح میں 60 فیصد اضافہ ہوا۔ اگر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال یہی رہی تو مالی سال کے اختتام تک اس کی شرح میں مزید 30 فیصد تک اضافہ ہوسکتا ہے۔ حالیہ دنوں میں بالخصوص سٹریٹ کرائم کے سدّباب کے لئے ڈولفن فورس تیار کی گئی ہے جنہیں جدید اسلحہ اور موٹر سائیکلیں دی گئی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے قبل مجاہد سکواڈ، محافظ، ایلیٹ فورس اور ایگل سکواڈ کے نام سے تین چار فورسز پچھلے سالوں میں بنائی گئیں جن پر اربوں روپے لگے ہیں۔ اب پچھلے دو ہفتوں سے یہ ڈولفن فورس لاہور کی شاہراؤں پر گھومتی نظر آتی ہے۔ اب تک ایک موٹر سائیکل چوری کی واردات انہوں نے ناکام بنائی ہے۔ آپ اس سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان کی performance کیا ہے؟ یعنی پہلے سے یہ تین چار ادارے بنے ہوئے بھی ہیں۔ اب یہ نئی فورس جس میں آپ نے سات سے آٹھ سو بندے بھرتی کرلئے ہیں، انہیں ریکروٹمنٹ دی ہے اور ان پر اربوں روپے خرچ ہوئے ہیں لیکن آیا کیا وہ سٹریٹ کرائم

کو روک سکیں گے ؟ کیا جو پہلے سے بنے ہوئے ادارے تھے جس میں ایگل سکواڈ، محافظ اور ایلیٹ فورس بھی اسی طرح سے پھر رہی ہیں لیکن جرائم ہیں کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ پچھلے آٹھ ماہ کے اندر اگر 60 فیصد جرائم میں اضافہ ہوا ہے تو یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے ہاں سقم کس جگہ پر ہے اور کون سی ایسی جگہ ہے کہ جہاں پر ہمیں بہتر انداز سے پلان کرنے کی ضرورت ہے ؟ میرا یہ خیال ہے کہ اس کی performance پر ضرور نظر ہونی چاہئے کہ اگر دو ہفتے کے بعد ایک موٹر سائیکل چوری کی واردات پکڑی گئی ہے تو پھر ان کی performance پر بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں ابھی ان کو دو ہفتے تو نہیں ہوئے ؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ان کو دو ہفتے ہو گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، ابھی نہیں ہوئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جس دن چیف منسٹر صاحب نے افتتاح کیا تھا آج چودھواں دن ہے۔ میں آپ سے پہلے بھی کہا کرتا ہوں کہ آپ عوام کے جذبات کے ساتھ بات کیا کریں آپ حکومت کو defend نہ کیا کریں۔ آپ اپنا تاریخ میں نام لکھوائیں۔ چلیں! میں کہتا ہوں دس دن ہو گئے ہیں، ان دس دنوں کے اندر لاہور میں سات سو ڈولفن فورس والے موٹر سائیکلیں لے کے گھوم رہے ہیں اور انہوں نے ایک موٹر سائیکل چھیننے والے کو پکڑ لیا ہے. Is this performance میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس انداز سے rescue نہیں کرنا چاہئے آپ کو عوام کی بات کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں. بجٹ کے اندر ہم ہر سال اضافہ کرتے ہیں، ٹھیک ہے لاء اینڈ آرڈر کی situation کو بہتر کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کا تقابلی جائزہ بھی لیں کہ ہم ہر سال ان کا 15، 20۔ ارب روپے بڑھا دیتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ آیا جرائم کی شرح میں کمی واقع ہوئی ہے۔ پولیس کو مزید فنڈز دینے سے لاء اینڈ آرڈر کی حالت بہتر ہوئی ہے یا پہلے سے زیادہ بدتر ہو گئی ہے ؟ اگر تو پہلے سے زیادہ بدتر ہوئی ہے تو پھر ہمیں اپنے سسٹم میں basic changes لانا ہوں گی۔ یہاں پر پچھلے تیس سال سے پنجاب میں تقریباً مسلم لیگ (ن) کی حکومت رہی ہے اور اب دوبارہ اقتدار میں آئے ہوئے بھی آٹھ سال ہو گئے ہیں اور نواں سال شروع ہو گیا ہے۔ ہم روزانہ یہ سنتے پڑھتے اور نعرے سنتے ہیں کہ وزیراعلیٰ کہتے ہیں تھانہ کلچر کو بدل دیا ہے، تھانہ کلچر کو بدل دیں گے۔

جناب سپیکر! میں پوچھتا ہوں کہاں آپ نے تھانہ کلچر کو بدلا ہے؟ ابھی میاں طارق حکومتی بنچوں سے کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔ آپ کسی ایم پی اے سے بھی پوچھیں وہ ایک کہانی لے کر بیٹھ جائے گا کہ ان کے تھانوں میں کیا اودھم مچا ہوا ہے اور لاء اینڈ آرڈر کی کیا پوزیشن ہے؟ لوگوں کی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی اور اگر درج ہو جائے تو اس کی انوسٹی گیشن محال ہو جاتی ہے۔ ایک غریب آدمی جو پہلے ہی ڈسا ہوا ہے جس کے ساتھ کوئی واردات ہو گئی ہے، چوری ہو گئی ہے، ڈکیتی ہو گئی ہے، اغواء ہو گیا ہے، جب وہ ایف آئی آر درج کروا لیتا ہے تو پھر اس سے یہ ڈیمانڈ کی جاتی ہے کہ گاڑی لے آؤ یہ چار بندے آپ کے ساتھ جائیں گے۔ وہ دس بیس ہزار روپے کی گاڑی لے کر پھر ان کے کھانے پلانے کا بندوبست کرے آخر وہ کتنے پیسے ان پر خرچ کر سکتا ہے؟ پورے نظام میں جب تک بنیادی تبدیلیاں نہیں لائی جاتیں اس وقت تک یہ سارے ہمارے خالی نعرے ہیں۔ تھانہ کلچر اور پولیس کو بدلنے کے سب نعرے ہیں، اس سے حقیقی معنوں میں عوام کو کوئی relief نہیں ملے گا اس لئے میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ایک تو On line FIR درج کروانے کا سسٹم رائج کیا جائے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے On line FIR درج کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ایک شخص جو لٹ جاتا ہے، جس کے ساتھ زیادتی ہو جاتی ہے وہ اگر اپنی ایف آئی آر درج کروا لے تو اس کو سکون ہو جاتا ہے کہ میری ایف آئی آر درج ہو گئی ہے۔ اگر ایف آئی آر کے درج کروانے پر اس کا اتنا زور لگ جائے کہ وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائے کہ میں نے ایف آئی آر درج کروالی ہے اب آگے جانے کے لئے میرے اندر سکت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو لازمی طور پر On line FIR کو آپ رائج کر دیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ پولیس کا tenure اور میں نے شاید پچھلی دفعہ بھی یہ عرض کی تھی لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ اب یہ تماشا ہے کہ کوئی ایس ایچ او کوئی ڈی ایس پی اور شاید ہی پورے پنجاب کے اندر کوئی ایک ایسا ہو جو تین سے چھ ماہ یا اس سے زائد عرصہ کسی ایک پولیس سٹیشن پر ڈیوٹی دیتا ہو۔ آپ نے اس کے لئے tenure تین سال کا رکھا ہوا ہے اس کی حکومت کو ہر صورت پابندی کرنی چاہئے ماسوائے اس کے کہ اس طرح کی heinous بات ہو جائے کہ جس سے اس کو تبدیل کرنا لازم ہو جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اس کو change کرنا کوئی سزا نہیں ہے، اس کی انکوائری ہونی چاہئے اور اس کو سزا بھی ہونی چاہئے۔ ایک ایس ایچ او آتا ہے، ڈی ایس پی آتا ہے وہ دو چار ماہ کے اندر اپنے تھانے کی حدود کو سمجھتا ہے کہ اس میں جرائم پیشہ لوگ کتنے ہیں، شرفاء کتنے ہیں، یہاں پر

جرم کی کون کون سی نوعیت ہے۔ جب وہ تھوڑا سا اس علاقے سے باخبر ہوتا ہے تو پھر ایک دن اچانک اسے ٹیلی فون آتا ہے کہ وہ یہاں سے فارغ ہے۔ یہ تماشا پورے پنجاب کے اندر لگا ہوا ہے، اللہ کہ کسی کے پیچھے رانا ثناء اللہ خان جیسا بااثر کوئی منسٹر ہو تو وہ اپنا tenure پورا کر لے تو کر لے ورنہ یہاں پر ایس ایچ او، ڈی ایس پی کے روزانہ تھانے بدلتے ہیں۔ اگر آپ ان کے tenure کا خیال رکھیں گے تو اس سے بہتری آئے گی۔

جناب سپیکر! تیسری میری گزارش ہے کہ beat system رائج کیا جائے، پچھلے دنوں انڈیا ہمارا ایک پارلیمانی وفد گیا تھا، وہاں پر ہم نے جو اپنے share experiences کئے، وہاں پر لاء اینڈ آرڈر سے متعلق جو experts تھے اور ان میں پارلیمنٹیرین بھی تھے ان کی طرف سے بھی یہ بات تھی، وہاں پر بھی یہ احساس تھا بلکہ وہ اس معاملے میں ہم سے زیادہ vigilant تھے اور وہاں اس پر یہ consensus تھا کہ ایک tenure اور دوسرا beat system رائج کیا جائے۔ یعنی جس بھی بندے کو آپ مقرر کر دیں اس کو وہاں کے تمام معاملات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ اس سے آپ کو حیرت انگیز قسم کی بہتری پورے سسٹم کے اندر نظر آئے گی۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پولیس کے بارے میں جو یہ impression ہے کہ یہ politicize ہے اس کو for God sake depoliticize کیا جائے۔ اگر آپ صرف پولیس کو depoliticize کر دیں، اس وقت جو سلسلہ رائج ہے کہ آئی جی صاحب ایک خاموش تماشائی کے طور پر آئی جی آفس بیٹھے ہوئے ہیں، کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ وہ جوابدہ نہیں ہیں، میں اپنے پچھلے تین سالہ tenure میں دو دفعہ آئی جی آفس گیا ہوں لیکن آئی جی صاحب کی ساری بات سننے کے بعد مجھے ترس آیا، جب میں باہر نکلا تو میں سوچ رہا تھا یہ آئی جی تو پورے پنجاب کے ہیں لیکن وزیراعلیٰ ہاؤس سے ڈپٹی سیکرٹری کی فون کال کے یہ منتظر رہتے ہیں کہ کیا حکم ہے کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ اگر یہ سسٹم depoliticize ہو جائے تو کافی بہتری آ جائے گی۔ وزیراعلیٰ کا یہ کام ہے اور نہ ہی وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کا کام ہے کہ وہ ڈی پی او کا سی پی او کا ایس ایس پی اور ایس پی کا تقرر کرے اور تبادلے کرے۔ ان کے پینل منگوائے ان کے انٹرویو کرے اور پھر ان کو گرین سگنل دے کہ اس کو گوجرانوالہ لگا دو اس کو لاہور لگا دو، اس کو سیالکوٹ لگا دو۔ اب یہ دور نہیں ہے اب اختیارات کو centralize کرنے سے معاملات خراب ہو جاتے ہیں۔ اب وزیراعلیٰ کو اپنی powers کو devolve کرنا چاہئے۔ یہ آئی جی کی powers ہیں، آئی جی کی powers چیف سیکرٹری کی powers اگر وزیراعلیٰ استعمال کرے گا تو ظاہر ہے وہ سسٹم

کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا، جس طرح کہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔ آپ پچھلے آٹھ سال کی جتنی بھی باتیں کر لیں، سسٹم کے اندر بہتری ہمیں کہیں نظر نہیں آتی اس لئے سسٹم کو آپ depoliticize کریں، آئی جی کو authorize کریں، آپ ان سے result لیں، آپ اس سے performance مانگیں، وہ deliver کرے۔ کوئی لینا دینا نہیں ہے، وزیر اعلیٰ کا، کسی ایم پی اے کا، کسی ایم این اے کا نہ ہی کسی منسٹر اور سیکرٹری کا کوئی تعلق ہے۔ یہ prerogative ہے اور یہ اختیار ہے آئی جی کا۔ آپ اس کو طلب کر سکتے ہیں پوچھ سکتے ہیں کہ ہم نے جب آپ کو independent ہر طرح کے اختیارات دیئے ہیں postings, transfers, accountability کے ہمیں اب یہ result چاہئے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ صرف چھ ماہ کے لئے پنجاب میں یہ کر کے دیکھ لیں حالات بہت بہتر ہو جائیں گے۔ میری استدعا ہو گی کہ پولیس کو depoliticize کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ یہ جو دہشت گردی کے واقعات ہیں گلشن اقبال میں پچھلے دنوں جو یہ انتہائی اندوہناک سانحہ ہوا اس کے بارے میں انٹیلی جنس کی باقاعدہ رپورٹ تھی وزیر قانون یہ admit کر چکے ہیں کہ ہمیں انٹیلی جنس اداروں نے آگاہ کیا تھا کہ پارک کے اندر کہیں دھماکا ہو گا لیکن اس پارک کو pin point نہیں کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر! اگر یہ اطلاع تھی تو پھر کیا یہ Law Enforcement Agency کا کام نہیں تھا کیونکہ لاہور میں گنے چنے چار پانچ پارکس ہیں۔ یہ ان چار پانچ پارکوں کے اندر سی ٹی وی کیمرہ لگاتے، وہاں پر پولیس بھیجتے، وہاں پر سکیورٹی کا انتظام ہوتا اور وہاں پر دو واک تھرو گیٹ لگا دیتے تو شاید یہ جو ہمارے 75 پاکستانی شہید ہو گئے ہیں جو اس سانحہ کی نذر ہو گئے ہیں اس سے بچا جا سکتا تھا۔ یہ failure ہے اور محض یہ کہہ دینا کہ یہ ایک خودکش دھماکا تھا، میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی تحقیقات کا آرڈر حکومت نے دیا ہے، اس پر میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ investigations ہونی چاہئیں کہ اگر یہ انٹیلی جنس کی طرف سے یہ خبر تھی تو پھر اس خبر کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو روکنے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے اور precautions کے طور پر کیا measures adopt کئے گئے؟ اگر وہ adopt نہیں کئے گئے تو جو بھی اس کے ذمہ دار لوگ ہیں ان کو سزا دینی چاہئے اور ان کو میرا یہ خیال ہے اس طرح کی کھلی چھوٹ اور کھلی معافی نہیں دینی چاہئے۔ اس کے علاوہ دہشت گردی کے خلاف جنگ، میں نے جیسا کہ شروع میں کہا کہ ہمیں اپنی priorities کو بدلنا چاہئے priorities کے اندر priority نمبر ایک جیسے میں نے کہا کہ جان و مال کا تحفظ اور دہشت گردی کا خاتمہ یہ نمبر ایک پر ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے تواتر کے ساتھ، تمام پولیٹیکل پارٹیز کی طرف سے، تمام stockholders کی طرف سے سول سوسائٹی کی طرف سے، جرنلسٹوں کی طرف سے یہ مطالبہ آتا رہا کہ پنجاب کے اندر بھی اس آپریشن کو شروع کیا جائے لیکن اس سے ٹال مٹول سے کام لیا گیا، پہلو تہی کی گئی، اس کو linger on کیا گیا، halfheartedly اس پر cooperation کی باتیں ہوئیں اور بالآخر ہمیں سانحہ گلشن اقبال دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد اس کی رفتار تیز ہوئی اور یہاں پر آپریشن شروع ہوا۔ اب بھلے رانا ثناء اللہ خان کہتے پھریں کہ ہم بھی ساتھ ہیں، اب تو وہ ساتھ ہیں ہی، اب تو کھسیانی بلی کی طرح ساتھ ہونا ہی تھا لیکن جب بھی ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ یہاں تو ضرورت ہی نہیں، یہاں تو سب حالات ٹھیک ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! ذرا الفاظ کا خیال رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہاں سندھ کی طرح حالات نہیں ہیں، یہاں تو بالکل امن ہے، پنجاب میں دہشت گردی کی کوئی وارداتیں نہیں ہو رہیں اور بالآخر یہ ایک اتنا بڑا lost ہوا، سکیورٹی اداروں کا اتنا بڑا failure ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی halfheartedly اور بادل نخواستہ اس کو accept کرنے کی بجائے گرم جوشی کے ساتھ آگے بڑھ کر initiative لے کر اسے warm welcome کرنا چاہئے اور ہماری سکیورٹی کے جو بھی ادارے ہیں جن میں رینجرز ہے، باقی ادارے ہیں، anti-terrorist force ہے ان سب کے ساتھ مل کر پوری دیانتداری کے ساتھ، پوری جرأت اور بہادری کے ساتھ اس معاملے کو take up کرنا چاہئے۔ ہمیں ماضی کے اندر اس طرح کی چیز بالکل نظر نہیں آتی۔

جناب سپیکر! پنجاب کے اندر صحت کے حوالے سے میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہوں گا کہ 16-2015 کے بجٹ میں علاج معالجے کی جدید سہولیات کی فراہمی کا اعلان ہوا۔ ترقیاتی بجٹ سے شعبہ صحت کے اندر جنوری 2016 تک صرف 38 فیصد خرچ کیا جا سکا اور میں آپ کو بتاؤں کہ آج سے کوئی دو ماہ پہلے میں نے اپوزیشن کے کچھ ممبران کے ساتھ پنجاب کے مختلف شہروں میں ہسپتالوں کا visit کیا اور مجھے انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ صرف لاہور کے اندر نہیں بلکہ پورے پاکستان کے اندر سب سے پرانا، سب سے معیاری اور سب سے بڑا ہسپتال میو ہسپتال ہے۔ ہم وہاں پر visit کرنے کے لئے گئے تو میو ہسپتال میں یہ جان کر ہمیں ایک surprise ملا کہ وہاں ایم آئی آر مشین نہیں

ہے اور وہاں پر سینکڑوں لوگ پرچی لے کر جناح ہسپتال جا رہے تھے یا اگر کوئی afford کرتا ہے تو وہ اپنا ایم آر آئی ایکسرے کرانے کے لئے پرائیویٹ ہسپتالوں میں جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میرے لئے یہ ایک انکشاف تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میو ہسپتال کے اندر ایم آئی آر مشین نہیں ہو گی۔ جب بعد میں ایڈیشنل ایم ایس سے ملاقات کی تو پتا چلا کہ وہاں پر واقعی کوئی ایم آئی آر مشین نہیں ہے۔ پورے ہسپتال میں ایک سٹی سکین مشین ہے جس پر اتنا pressure ہے کہ وہاں تین تین دن تک لوگوں کی باری نہیں آتی۔ لوگ مختلف اضلاع سے وہاں پر آئے ہوتے ہیں ان کی حالت زار دیکھ کر انتہائی دکھ ہوتا ہے۔ وہ بے چارے پرائیویٹ علاج afford نہیں کر سکتے اس لئے ان سرکاری ہسپتالوں میں آتے ہیں لیکن وہاں پر ان کی جو درگت بنتی ہے اور وہاں پر ہم نے ان کی جو حالت دیکھی ہے اس پر ترس آتا ہے کہ کیا حکومت کی priorities کے اندر یہ شامل نہیں ہے۔

جناب سپیکر! صرف بجٹ کا اعلان کر دینے سے نہیں بلکہ عملی طور پر آ کر دیکھیں، وزیر اعلیٰ جا کر دیکھیں، وزیر صحت جا کر دیکھیں کہ ہسپتالوں میں ہو کیا رہا ہے۔ ایک ایمر جنسی ہے اس میں دو سو بیڈز کی سہولت ہے۔ میں نے پچھلے ایک ہفتے کا ان کا data اور رجسٹر سے ریکارڈ چیک کیا تو average دو ہزار لوگ روزانہ میو ہسپتال کی ایمر جنسی میں آتے ہیں لیکن وہاں پر صرف دو سو بیڈز کی سہولت ہے۔

جناب سپیکر! وہاں پر پچھلے دس سال سے ایک سرجیکل ٹاور کی بلڈنگ مکمل ہے اس پر اربوں روپیہ خرچ ہوا ہے۔ جب میں نے وہاں اندر جا کر دیکھا تو اس میں چند مستری اور مزدور پلستر وغیرہ کر رہے تھے۔ میں نے ایم ایس سے پوچھا کہ یہ اتنی بڑی بلڈنگ کھڑی ہے آپ اسے کب functional یا operational کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس بجٹ میں ہمیں تھوڑے سے پیسے ملے ہیں اس سے ہم یہ interior کا کام مکمل کریں گے اور پھر شاید آئندہ بجٹ کے اندر ہمیں کچھ پیسے ملیں گے۔ میو ہسپتال کی بلڈنگ مخدوش ہے وہ اب اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کے اندر علاج معالجے کی سہولتیں جاری رکھی جا سکیں چونکہ وہ ڈیڑھ سو سال پرانی بلڈنگ ہے۔ میو ہسپتال میں چار سو بیڈز کا سرجیکل ٹاور مکمل ہے لیکن اس کے باوجود بھی حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے۔ آپ لاہور میں ہی دھرمپورہ کے علاقے میں چلے جائیں وہاں پچھلے کئی سالوں سے میاں میر ہسپتال کی بلڈنگ بنی کھڑی ہے لیکن وہاں پر ایک میڈیکل آفیسر پیناڈال گولیاں اور مرہم پٹی لے کر بیٹھا ہے اگر کوئی ایمر جنسی ہو جائے تو وہ کیا کرے گا۔ اس کا کوئی out door, indoor ہے، کوئی آپریشن تھیٹر اور نہ ہی کوئی ایکسرے مشین ہے اور وہاں پر کوئی سہولت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! لاہور شہر کا یہ حال ہے آپ یہیں سے آگے نہر پر جائیں تو مین نہر پر 4.5۔ارب روپے کی لاگت سے پچھلے پانچ سال سے ڈینٹل ہسپتال کی بلڈنگ بنی کھڑی ہے۔اب وہ بلڈنگ منہ چڑا رہی ہے اور اس کا پلستر اکھڑ رہا ہے لیکن اس ڈینٹل ہسپتال کو شروع نہیں کیا گیا۔یہ تو لاہور کا رونا ہے آپ یہاں سے وزیر آباد چلے جائیں وہاں پر کارڈیالوجی ہسپتال کی پچھلے کئی سالوں سے بلڈنگ مکمل ہے لیکن اس کے چند کمروں پر مشتمل دو تین ڈاکٹر اور ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں کچھ مشینری آئی ہوئی ہے لیکن اس پورے ڈویژن کا pressure اس پر آ سکتا تھا۔یہ حکومت کی غلط ترجیحات اور حکمرانوں کے غلط انداز حکومت کی وجہ سے ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ عمارات چودھری پرویز الٰہی کے دور میں شروع ہوئی تھیں یا مکمل ہوئیں تھیں تو آپ اس کی سزا پنجاب کے عوام کو تو مت دیں۔یہ سالہا سال سے بنی ہوئی بلڈنگز ہیں آپ کو ان کا جواب دینا ہو گا یہاں نہیں بلکہ اللہ کے حضور بھی جواب دینا ہو گا۔وہ مریض جو گجرات، لالہ موسیٰ، سیالکوٹ سے لاہور آتے ہوئے راستے میں expire ہو جاتے ہیں، heart attack کے بعد مر جاتے ہیں اگر ہسپتال شروع ہوتا تو ان کی جانیں بچائی جا سکتی تھیں لیکن آج وہ ہسپتال functional یا operational نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے ضروری یہ چیز ہے کہ آپ اپنی اس priority کو بدلیں اور جو عمارات بنی کھڑی ہیں ان میں تھوڑی تھوڑی رقومات چاہئیں ہوں گی ان کو لگا کر آپ ان تمام ہسپتالوں کو مکمل کر کے functional کریں تاکہ پورے پنجاب کا جو پی آئی سی لاہور پر بوجھ ہے جب یہ ہسپتال نہیں چلتے تو تمام مریض لاہور کو بھاگتے ہیں کہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں چلے جائیں۔یہ ڈیڑھ کروڑ کا شہر ہے اس کے اندر واحد وہ معیاری ہسپتال ہے اس کے اندر بھی بے شمار مسائل ہیں اور اب اس کی نئی بلڈنگ بن رہی ہے۔اگر وہاں capacity دو سو افراد کی ہے اور وہاں ڈیڑھ ہزار افراد آ جائیں گے تو وہ ڈاکٹر بے چارے کیا کریں گے؟ وہ ڈاکٹر مریضوں کے ساتھ وہی کریں گے جو اب ہو رہا ہے۔ویل چیئرز پر لوگوں کو treatment دیا جا رہا ہے drips لگی ہوئی ہیں نیچے چادریں بچھا کر مریض پڑے ہیں۔آپ پی آئی سی میں چلے جائیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر بوجھ کم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ہسپتالوں کے اندر جو ضروری چیزیں ہیں وہ فراہم کی جائیں اور ان کو operational کیا جائے۔

جناب سپیکر! جو ایک بین الاقوامی معیار ہے، بین الاقوامی ادارے WHO کے مطابق ایک ہزار کی آبادی پر ہمیں ایک ڈاکٹر چاہئے جبکہ کہ اس وقت پنجاب کے اندر 2173 افراد پر ایک ڈاکٹر ہے، اسی طرح ہمیں دو ہزار کی آبادی کے لئے ایک ڈینٹسٹ چاہئے، اسی طرح پانچ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک نرس چاہئے لیکن اس وقت چار ہزار افراد کے لئے ایک ڈینٹسٹ ہے اور نرسوں کی مد میں یہاں پر ہمیں 65 فیصد shortage ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس تیزی کے ساتھ آبادی کے اندر اضافہ ہو رہا ہے یہ ضروری ہے کہ ہم صحت کو priority basis پر فنڈز دیں اور جو پہلے سے بنے ہوئے ہسپتال ہیں ان کو functional اور operational کریں۔

جناب سپیکر! پینے کا پانی ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے بد قسمتی سے اس وقت اس مسئلے پر کسی کا دھیان نہیں ہے۔ ہم بات تو کرتے ہیں اور جو لوگ afford کرتے ہیں وہ نیسلے یا دوسری کمپنیوں کی بوتل منگوا لیتے ہیں لیکن یہاں پر 60 فیصد مریض پینے کے گندے پانی کی وجہ سے بیمار ہو رہے ہیں پچھلے دنوں انکشاف ہوا کہ یہاں پر پانی میں انسانی فضلے کی مقدار 100 ملی لیٹر میں 38 جبکہ مجموعتہ میں 15 point ہے جبکہ World Health Organization کے مطابق پانی میں انسانی فضلے کی مقدار صفر ہونی چاہئے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ لاہور شہر کے اندر ہے ایک سال کے دوران اڑھائی لاکھ بچوں سمیت گیارہ لاکھ افراد زہریلا پانی پینے سے ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ خوفناک data ہے جو کہ PCSIR اور اسلام آباد میں پانی کو test کرنے والی لیبارٹری کی رپورٹ سے حاصل ہوا ہے۔ میں آپ کو اگر یہ رپورٹ دکھاؤں تو اسے دیکھ کر آپ بہت زیادہ پریشان ہو جائیں گے۔ یہ ایک chart ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ لاہور اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں پینے کے پانی میں arsenic کی کتنی مقدار پائی جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا زہر ہوتا ہے۔ لاہور شہر کے پینے کے پانی میں arsenic کی مقدار 24 فیصد، اسلام آباد میں 75 فیصد، اٹک میں 28 فیصد، بہاولپور میں 50 فیصد، فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں 68 فیصد، گجرات اور قصور میں 78 فیصد، ملتان میں 48 فیصد، سرگودھا میں 77 فیصد، شیخوپورہ میں 44 فیصد ہے اور سیالکوٹ کے پانی میں 45 فیصد arsenic پایا جاتا ہے۔ پنجاب کے لوگ نہ صرف گندا اور آلودہ بلکہ arsenic ملا زہریلا پانی پینے پر مجبور ہیں۔ یہ انتہائی خوفناک اعداد و شمار ہیں۔ ہماری

حکومت پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے سنجیدہ نہیں ہے۔ہم فلٹریشن پلانٹس کے بارے میں سُنتے ہیں کہ ان کے ذریعے اچھا اور ٹھنڈا پانی عوام کو مہیا کیا جارہا ہے اور اس کے لئے پچھلے بجٹ میں ایک ارب روپے مختص کئے گئے تھے لیکن ہمیں لاہور کے علاوہ کسی اور جگہ یہ فلٹریشن پلانٹس نظر نہیں آئے۔لاہور کے اندر جو فلٹریشن پلانٹس لگائے گئے ہیں ان کے بارے میں بھی پچھلے دنوں "دنیا اخبار" کے اندر ایک پوری رپورٹ چھپی ہے۔

جناب سپیکر!اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ لاہور میں لگنے والے 80 فیصد پلانٹس خراب ہیں یعنی 80 فیصد پلانٹس working condition میں ہی نہیں ہیں۔جب ان فلٹریشن پلانٹس کا پانی test کروایا گیا تو وہ عام نلکے کے پانی سے بھی زیادہ زہریلا نکلا اور اس میں bacteria شامل تھے۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئندہ بجٹ کے اندر حکومت کو priority basis پر سب سے زیادہ توجہ پینے کے صاف پانی پر دینی چاہئے تاکہ ہیپاٹائٹس،ہیضہ اور پیٹ کی بیماریاں جس تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں اس سے بچا جاسکے۔ہر سال ہمارے لاکھوں بچے اور عوام زہریلا پانی پینے کی وجہ سے جاں بحق ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر!اب میں شعبہ زراعت کے حوالے سے بات کروں گا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت پنجاب کے اندر شعبہ زراعت کا جو حال ہے وہ شاید پچھلے 70 برس میں نہیں ہوا ہوگا۔اس وقت کسان یا کاشتکار جس کسمپرسی کی حالت میں ہے وہ شاید اس سے پہلے کبھی نہیں رہی ہوگی۔دنیا کے مختلف ممالک میں زرعی inputs میں subsidy دی جاتی ہے جبکہ پاکستان میں جو پہلے سے subsidy مل رہی تھی اس کو بھی ختم کر دیا گیا ہے اور 17 فیصد جنرل سیلز ٹیکس ٹریکٹر،زرعی آلات،ادویات،بیج، کھادوں اور دوسری ہر قسم کی زرعی inputs پر لگا دیا گیا ہے۔ہمارے ہمسایہ ملک انڈیا میں تمام زرعی inputs کے اُوپر 23 فیصد subsidy دی جاتی ہے۔جاپان کے اندر یہ 72 فیصد ہے،امریکہ کے اندر یہ 26 فیصد اور یورپی ممالک کے اندر زرعی inputs پر 37 فیصد subsidy دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر!آپ اندازہ کریں کہ ہمارا کاشتکار کس طرح کے حالات سے گزر رہا ہے؟ ہمارے کسان کو جنرل سیلز ٹیکس کے نام پر ان تمام زرعی آلات اور inputs پر 17 فیصد ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ہمارے وزیراعظم 350۔ارب روپے کے کسان package کا اعلان کرتے ہیں۔دیکھیں،یہ کیسی دلچسپ بات ہے کہ 93۔ارب روپے ہر سال پنجاب کا کاشتکار جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں pay کر رہا ہے یعنی 93۔ارب روپے کسانوں سے collect ہوتے ہیں۔میں نے یہ اعداد و شمار فیڈرل بورڈ آف ریونیو سے لئے ہیں۔جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں 93۔ارب روپے ہر سال ہم کسانوں سے اکٹھے کرتے

ہیں۔ڈیزل،بیج،ٹریکٹر کی خریداری،کھادوں اور باقی inputs کی خریداری پر کسان سے جنرل سیلز ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔وزیراعظم کا کسان package چار سال میں پورا ہوگا۔اس 93-ارب روپے کو اگر آپ چار سے ضرب دیں تو یہ تقریباً 330-ارب روپے بنتے ہیں۔کاشتکاروں سے جتنے روپے جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں پہلے اکٹھے ہوں گے اتنی ہی مالیت کے کسان package کا وزیراعظم نے اعلان کر دیا ہے۔بھئی!اوہناں دی جُتیاں تے اوہناں دا ای سر۔یہ پیسے تو آپ جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں کسانوں سے پہلے ہی اکٹھے کر رہے ہیں اور اسی کو آپ کسان package کا نام دے رہے ہیں۔یہ آپ نے انہی کسانوں سے ٹیکس لیا اور انہی کو واپس کر رہے ہیں۔یہ کس بات کا احسان ہے اور حکومت اپنے پاس سے انہیں کیا دے رہی ہے؟حکومت کسانوں کو کچھ بھی نہیں دے رہی بلکہ انہی کی جیب سے نکلے ہوئے پیسے ان کو واپس کر رہی ہے۔وزیراعظم نے جس کسان package کا اعلان کیا ہے اب تک اس میں سے صرف 66-ارب روپے جاری ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!میں یہ latest figures بتارہا ہوں کہ 350-ارب روپے میں سے صرف 66-ارب روپے اب تک جاری ہوئے ہیں۔مستحق کسان بے چارے روتے پھر رہے ہیں،مارے مارے پھر رہے ہیں اور pick and choose والی پالیسی کے تحت یہ امداد دی جارہی ہے۔متاثرین کاشتکاروں کی بہت بڑی تعداد میں سے کسی کو یہ پیسے نہیں ملے۔

جناب سپیکر!حکومت جو سپورٹ پرائس مقرر کرتی ہے وہ تو کسان کو سہارا دینے کے لئے ہوتی ہے لیکن حکومت پنجاب کی writ کمزور ہونے کی وجہ سے کسان کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔پچھلے سال حکومت نے چاول کی سپورٹ پرائس 2600 روپے مقرر کی جبکہ چاول 1300 روپے میں فروخت ہوا۔اسی طرح گندم کی سپورٹ پرائس 1300 روپے مقرر کی گئی جبکہ یہ 1100 روپے میں فروخت ہوئی۔حکومت نے پُھٹی کی قیمت 3200 روپے مقرر کی تھی لیکن وہ 2000،2100 یا 2200 روپے میں فروخت ہوئی۔حکومت جو سپورٹ پرائس مقرر کرتی ہے اگر اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا تو اس کا کسان کو تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔اگر کسان کو اپنی فصل کی صحیح اور بروقت قیمت نہیں ملتی تو پھر وہ پریشان ہی ہوگا۔چھوٹا کسان،پانچ یا سات ایکڑ زمین کا مالک کسان،جن کی تعداد تقریباً 80 فیصد ہے وہ تو مجبور ہے۔وہ سپورٹ پرائس کے انتظار میں نہیں رہ سکتا۔اس کو تو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

جناب سپیکر!میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت اپنی writ establish کرے اور جس سپورٹ پرائس کا اعلان کیا جاتا ہے اس بابت ensure کیا جائے کہ واقعی یہ کسان کو مل رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں گندم کے حوالے سے بات کروں گا۔ وزیر خوراک بھی اس وقت ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس طرح ابھی ڈاکٹر سید وسیم اختر نے کہا کہ ہمیں اب تک اس کی پالیسی کا اعلان کر دینا چاہئے تھا کیونکہ پنجاب کے اندر نئی گندم آ گئی ہے۔ اوکاڑہ اور دیپالپور کے علاقوں میں گندم کی کٹائی شروع ہو چکی ہے۔ دھڑا دھڑ تھریشر چل رہے ہیں لیکن کسان بے چارہ مارا مارا پھر رہا ہے کیونکہ حکومت نے گندم کی خریداری کے بارے میں ابھی تک کوئی پالیسی announce نہیں کی۔ وہ کسان کدھر جائے؟ آڑھتیوں اور بیوپاریوں کے اس وقت موج میلے ہیں۔ وہ کسان کو دس یا بیس ہزار روپے ٹوکن منی دے کر ایک ہزار یا 950 روپے فی من کے حساب سے گندم کی booking کر رہے ہیں۔ حکومت کیوں خاموش ہے، حکومت کیوں چُپ کا روزہ نہیں توڑتی اور کیوں گندم کی خریداری کے حوالے سے اپنی پالیسی کا اعلان نہیں کرتی؟ جب عام کاشتکار لٹ جائے گا، جب آڑھتی اربوں روپے کما لیں گے تو پھر حکومت کو ہوش آئے گا اور پھر وہ کسانوں کو باردانہ دینا شروع کرے گی۔ میں کہتا ہوں کہ خُدا کے لئے گندم کی خریداری سے متعلق پالیسی کا ہنگامی بنیادوں پر اعلان کیا جائے بلکہ کل ہی اس پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ سپورٹ پرائس کے ساتھ باردانہ کا انتظام بھی کیا جائے۔ صرف ایم پی اے، ایم این اے، تحصیلدار یا پٹواری باردانہ سے مستفید نہ ہوں بلکہ عام کسانوں کو بھی یہ مل سکے۔ عام کسانوں کے لئے یہ باردانہ میسر کریں تاکہ اسے اپنی فصل کے پیسے حکومت کی مقرر کردہ سپورٹ پرائس کے مطابق مل سکیں۔ میں امید رکھوں گا کہ حکومت فی الفور گندم کی خریداری کے حوالے سے اپنی پالیسی کا اعلان کرے گی۔

جناب سپیکر! میں مزید دو تین چیزوں کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گا۔ یہاں پر ایک بہت بڑا کرپشن سکینڈل سامنے آیا ہے۔ Land Leveling Lasers کے لئے حکومت پنجاب نے تقریباً سوا چھ ارب روپے مختص کئے تھے۔ اخبارات کے اندر اس کی pre-qualification کے لئے اشتہار آتا ہے۔ کچھ فرمیں اس کے لئے apply کرتی ہیں اور ان کے ساتھ حکومت کا contract ہو جاتا ہے۔ اس contract کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔ اس contract میں لکھا گیا ہے کہ جرمنی، امریکہ یا جاپان کے بنے ہوئے Land Leveling Lasers مہیا کئے جائیں۔ غضب خُدا کا اس contract کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چائنا اور لوکل بنے ہوئے Land Leveling Lasers مہیا کئے گئے یعنی کمپریسر اور باقی چیزیں چائنا یا لوکل لگا کر اس کو جاپان میڈ شو کر کے سپلائی کئے جا رہے ہیں اور اس کی booking دھڑا دھڑ جاری ہے۔ یہ اربوں روپے کا سکینڈل ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ جاپان، امریکہ یا

جرمنی کے Land leveling Lasers ہیں لیکن اصل میں وہ چائنا یا لوکل بنے ہوئے ہیں۔ میرے پاس پوری فائل پڑی ہوئی ہے اور بعض کسان رو رہے ہیں کہ ہم نے یہ laser leveler لیا ہے اور اس نے پندرہ دن بھی کام نہیں کیا اور جب اُس کو چیک کیا تو پتا چلا کہ اس میں تو لوکل پُرزے لگے ہوئے ہیں، اس کا compressor، اس کی ڈائی وغیرہ چائنا کی ہے لیکن یہ بتایا گیا تھا کہ یہ جاپان، یو ایس اے اور جرمنی کی ہے۔ حکومت اس پر فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائے اور اگر حکومت چاہے گی تو میں تمام documents فراہم کروں گا کہ یہاں اربوں روپیہ کی لوٹ مچی ہوئی ہے کہ محکمہ کے کارندے اور کمپنیاں مل کر کھا رہے ہیں اور کسانوں کو لوٹ رہے ہیں۔ حکومت اس پر سبسڈی بھی دے رہی ہے تو اگر وہ سبسڈی کسانوں تک نہیں پہنچ رہی تو اس سبسڈی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں دو تین چیزیں بڑی ضروری ہیں۔

جناب سپیکر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھ دس کلومیٹر کے فاصلے پر امرتسر ہے وہاں پر گندم کی فی ایکڑ پیداوار 60 من، چاول کی پیداوار 65 من فی ایکڑ، اسی طرح پھٹی اور گنے کی پیداوار ہمارے مقابلے میں دُگنا ہے۔ وہی environment ہے، وہی زمین ہے، وہی کسان ہے، وہی پانی ہے تو پھر اُن میں اور ہم میں اتنا فرق کیوں ہے؟ ہم parliamentarians نے اُن کے ریسرچ سنٹر میں پورا دن گزارا اور ہمیں افسوس ہوا کہ وہ ریسرچ میں ہم سے اتنا زیادہ آگے ہیں۔ ہماری حکومت اربوں روپیہ ہر سال ریسرچ پر لگاتی ہے تو اس کا رزلٹ کیوں نہیں نکلتا؟ تو میری یہ تجویز ہو گی کہ آپ سب سے زیادہ توجہ معیاری بیج اور ریسرچ پر دیں اور اُن کے good experiences سے فائدہ اُٹھائیں۔ میں کوشش کروں گا کہ دس پندرہ منٹ میں wind up کروں۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ یہ اتنا بڑا فرق آخر کیوں ہے؟ حکومت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے اور پنجاب کی 70 فیصد سے زیادہ آبادی کا تعلق زراعت سے ہے لیکن اگر ہم سالہا سال سے ریسرچ میں بہتری نہیں لا سکے تو میرے خیال میں ریسرچ کے ادارے فارغ کر دینا چاہئے اور نئے سرے سے، نئے تجربات کے ساتھ، capable لوگوں کے ساتھ زرعی ریسرچ پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ آپ اس پر اربوں روپیہ لگائیں، وہ ریسرچ کریں اور اگر ہمارے ہمسایہ ملک کے اندر یہ سب کچھ ہے تو جب یہاں ایسا ہو گا تو اس سے ہمارے کسان کی حالت 100 فیصد بہتر ہو سکتی ہے۔ انہیں پورا

guide کریں، اُن کو اچھا بیج دیں اور دوسروں کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی فی ایکڑ پیداوار بڑھائیں۔

جناب سپیکر! میں اس کے علاوہ کسانوں کے حوالے سے دو تین باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات کسان کریڈٹ کارڈ ہے اور اگر یہاں پر وزیر خزانہ کا کوئی نمائندہ، سیکرٹری صاحب یا پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں تو وہ نوٹ کریں کہ حکومت کسان کریڈٹ کارڈ جاری کرے کیونکہ اس وقت کسان کا یہ حال ہے کہ وہ خودکشیوں پر مجبور ہیں وہ بے چارے اپنے جانور بیچ کر اپنا گزارا کر رہے ہیں اس لئے کہ پچھلے دو تین سال سے پے در پے اُنہیں اتنا شدید نقصان ہوا ہے کہ اُن کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوئے، اُس سے آمدن ہونا تو دُور کی بات ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! محترم قائد حزب اختلاف خیبر پختونخوا والوں کو یہ مشورہ دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر منڈا صاحب کو میری تجویز اچھی نہیں لگی تو اس کو accept نہ کریں۔ میں نے خیبر پختونخوا میں بھی یہ تجویز دی ہے اور اب ان کو بھی یہ تجویز دے رہا ہوں کہ آپ کسان کریڈٹ کارڈ جاری کریں کہ ایک کسان کی اگر ایک ایکڑ یا دو ایکڑ زمین ہے تو وہ اپنی زمین کے کاغذ بنک میں رکھ کر کریڈٹ کارڈ لے سکے اور اگر اُس کو کارڈ جاری ہو جاتا ہے تو جب اُس کو پچاس ہزار روپیہ یا ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ کسی کا مرہون منت نہ ہو، وہ پٹواریوں کے نرغے میں نہ جائے، پھر وہ تحصیلدار کے پاس جائے اور پھر اپنی زمین رہن رکھنے کے لئے جائے اسی طرح تو وہ چکروں میں مارا جاتا ہے۔ آپ کریش پروگرام شروع کریں اور ضلع وار اعلان کر دیں کہ فلاں تاریخ کو فلاں فلاں دیہات میں پٹواری، تحصیلدار اور بنک کا نمائندہ بھی وہیں ہو گا اور اُن کو کریڈٹ کارڈ جاری کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا انقلابی قدم ہو گا تو ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ کیا یہ ممکن ہے؟ انڈیا میں بھی کسان کا کریڈٹ کارڈ بڑی کامیابی سے چل رہا ہے تو ہمیں اس تجربے سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میری تیسری تجویز کسان میلہ کی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں زرعی آلات پر کوئی توجہ نہیں ہے کیونکہ یہاں پر وہی روایتی طریقے چل رہے ہیں۔ محکمہ زراعت ضلع وار کسان میلہ کا اہتمام کرے اور جس کسان کی فی ایکڑ پیداوار سب سے زیادہ ہو، جس کے جانور سب سے اچھے ہوں یا جس کسان نے کوئی نئی چیز نکالی ہو اُس کو حکومت انعام دے اور پورے ضلع کے اندر زرعی آلات کو display کریں تاکہ عام کاشتکار جو جدید آلات سے باخبر نہیں ہوتے اور وہ روایتی آلات سے سارا کام چلا رہے

ہوتے ہیں تو اُن کاشتکاروں کے لئے ایک incentive ہو گا۔ اگر حکومت اس طرح کا تھوڑا سا اہتمام کر لے کیونکہ حکومت کے پاس پوری انتظامیہ ہے اور اگر ضلع وار ممکن نہیں ہے تو کم از کم ڈویژنل سطح پر سال میں ایک دفعہ یہ کسان میلہ ضرور ہونا چاہئے اور اس میں یہ ساری چیزیں کسانوں کو educate کرنے کے لئے ہوں۔ آپ اچھے بیج کی فراہمی کے لئے وہاں پر سٹال لگائیں۔ آپ پاکستانی اور انٹرنیشنل کمپنیوں کو دعوت دیں کہ وہ آئیں۔ آپ وہاں مائیک پر لوگوں کو سمجھائیں، کسانوں کو educate کریں اور guide کریں تو وہ ایک نیا ولولہ، نئی امید اور نئی آس لے کر اپنے کھیتوں اور گھروں کو واپس جائیں اور ایک سال کے بعد پھر تازہ دم ہو کر واپس آئیں۔ یہ میری دوسری تجویز ہے کہ آپ کریڈٹ کارڈ کے ساتھ ساتھ کسان میلوں کا اہتمام کریں۔

جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹیوں میں کسانوں کی شمولیت کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ضروری ہے۔ مارکیٹ کمیٹیوں میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان کا دو تین سال کا tenure ہوتا ہے اور پورے پنجاب میں وہ سال ڈیڑھ سال سے مکمل ہو چکا ہے لیکن نئے مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کی تقرری نہیں ہو سکی اور وہی پرانے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جو سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ مارکیٹ کمیٹیوں میں لازم ہو کہ کم از کم وہاں پر 50 فیصد کسانوں کے نمائندے ایریا کے اعتبار سے ہوں۔ آپ اسے تحصیل کے حساب سے یا آبادی کے مطابق کر لیں یا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں لیکن عام کسانوں کے نمائندوں کو ان مارکیٹ کمیٹیوں کے اندر آپ بطور ممبر یا عہدیدار شامل کریں تاکہ ان کے جو حقیقی مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لئے ضلع کی سطح پر ایک پلیٹ فارم جو مارکیٹ کمیٹی ہے اسے استعمال کیا جا سکے۔ مارکیٹ کمیٹی کے پاس کافی فنڈز بھی ہوتے ہیں اور بہت سے فیصلے مثلاً ان کی فصلوں کو خریدنا، بیچنا اور اس حوالے سے کئی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو کسانوں کے ساتھ مل کر کی جا سکتی ہیں جس کے لئے بہت زیادہ funding درکار نہیں ہے صرف کسان کی شمولیت سے اور ان کے مشوروں پر عمل کر کے ہم ان کو facilitate کر سکتے ہیں۔ میری یہ چند باتیں زراعت کے حوالے سے تھیں۔

جناب سپیکر! ہاؤسنگ کے حوالے سے میں دو چار تجاویز دینا چاہوں گا کہ اس وقت پورے پنجاب کے اندر خاص طور پر بڑے شہروں کے اندر آبادی کا جتنا پریشر ہے اور جو حالات ہیں وہ خوفناک ہیں۔ آپ نے جتنے بھی ادارے بنائے ہوئے ہیں چاہے وہ جی ڈی اے ہے، ایف ڈی اے ہے یا ایل ڈی اے ہے۔ یہ تمام ادارے کمرشل ادارے بن چکے ہیں۔ یہ لوگوں کو facilitate کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ

تو کاروباری ادارے ہیں، یہ کمرشل ادارے ہیں اور یہ نیلامی کرتے ہیں۔ یہ ادارے کوئی سکیم بناتے ہیں تو اگر سکیم میں کم از کم قیمت 10 لاکھ روپیہ فی مرلہ ہو گی تو 50 لاکھ کا پانچ مرلہ کا پلاٹ ہو گا۔ آپ آئیے میرے ساتھ ایل ڈی اے کی کسی سکیم میں چلے جائیں، ایل ڈی اے ایونیو چلے جائیں، جوہر ٹاؤن چلے جائیں، ایل ڈی اے سٹی ابھی دس سال بعد بنی ہے وہاں 5 لاکھ روپیہ فی مرلہ سے کم نہیں ہے تو ایک عام آدمی، ایک عام شہری اور ایک عام پاکستانی کیا کرے گا وہ جائے تو کدھر جائے۔ آج اگر وہ پاگل ہے اور آج ہم کرپشن کی بات کرتے ہیں، آج اگر ہم جرائم میں اضافے کی بات کرتے ہیں تو آج ہر شخص پریشان ہے۔ آپ ایک طرف دیکھیں کہ ڈیزل اور پٹرول کی قیمت کم ہو گئی ہمیں تو سکھ کا سانس لینا چاہئے تھا لیکن مہنگائی تو کم نہیں ہو رہی۔ آپ دیکھ لیں کہ پچھلے تین دن کے اندر 40 فیصد مرغی کے گوشت کی قیمت بڑھی ہے اسی طرح آپ انڈوں کو دیکھ لیں، سبزیاں دیکھ لیں، ٹماٹر آج کل کے دنوں میں کوئی پانچ روپے فی کلو نہیں لیتا تھا، 20 روپے کے دھڑی یعنی پانچ کلو بکتے تھے لیکن آج 50 روپے فی کلو ہیں۔ آپ دکان پر جا کر دیکھ لیں کہ پنجاب کے اندر کیا ہو رہا ہے اور یہ کیسے ہو رہا ہے؟ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کوئی چیک کرنے والا نہیں ہے اور لوگوں کی مشکلات کو آسان کرنے کا کوئی منصوبہ حکومت کے پاس نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایل ڈی اے، ایف ڈی اے اور جی ڈی اے کمرشل ادارے بن چکے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ بڑے شہروں پر بوجھ کم کرنے کے لئے جیسے لاہور کی آبادی اب ڈیڑھ کروڑ کو چھو رہی ہے اور ہر بندہ بھاگ کر لاہور آنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے لاہور میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے اور لاہور میں بے شمار ان گنت مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ لاہور سے 50 کلومیٹر موٹروے پر چلے جائیں اور وہاں پر پانچ دس لاکھ ایکڑ اراضی لیں اور نیا لاہور آباد کریں۔ آپ وہاں پر پانچ دس سال کی اقساط میں لوگوں کو پلاٹ دیں اور وہاں پر سکول، یونیورسٹی، میڈیکل کالج اور ہسپتال دیں۔ اس طرح جو لوگ بھاگ کر لاہور آ رہے ہیں وہ اپنے علاقوں کے قریب اسی شہر میں آباد ہوں۔ میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ کوئی پلان نہیں ہے۔ مجھے دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ پنجاب کی موجودہ حکومت کو نواں سال ہو رہا ہے لیکن کوئی ایک پلان لوگوں کی رہائشی سہولت کے حوالے سے نہیں ہے۔ یہ صرف طفل تسلیاں ہیں کہ ہم نے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بنائی ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بجٹ میں بھی کہا تھا اور اب پھر میں چیلنج کرتا ہوں کہ سینکڑوں میں گھر ہیں، ہزاروں میں بھی نہیں ہیں اور یہاں پر آ کر یہ بات کر دیتے ہیں کہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بن رہی ہے۔ آپ لاہور کا پوچھیں تو لاہور میں 410 گھر بنے ہیں، سرگودھا میں 300 اور فیصل آباد

میں 550 گھر بنے ہیں۔ اللہ کے بندو ساڑھے دس گیارہ کروڑ آبادی کا یہ صوبہ ہے اور کیا آپ کی اس ڈرامہ بازی سے ان کا مسئلہ حل ہو گا؟ آپ یہ ڈرامہ بازی چھوڑ دیں اور mass level پر عام آدمی کی سہولت کے لئے جو لاکھوں ایکڑ سرکاری اراضی پڑی ہے اس کو خدا کے واسطے plan کریں۔ آپ پرائیویٹ سیکٹر کو ساتھ لیں، پرائیویٹ سیکٹر میں ایسی نیک نام کمپنیاں ہیں جو آپ کو خود BOT(build operate and transfer) کے تحت develop کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں پر اظہار کنسٹرکشن اور کئی کمپنیاں ہیں جو نیکی کا کام سمجھ کر low cost houses and low cost housing schemes بنانا چاہتی ہیں۔ وہ اپنی آخرت و عاقبت میں بہتری کے لئے چاہتے ہیں کہ وہ اپنی expertise اور services حکومت کو دیں لیکن کوئی لینے والا تو ہو، کوئی پوچھنے والا تو ہو اور کوئی ان سے آکر مدد مانگے تو صحیح اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ ایل ڈی اے، جی ڈی اے اور ایف ڈی اے پر گزارا کریں گے تو پورے پنجاب کی آبادی کا مسئلہ حل نہیں ہو گا اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ سستی رہائشی سکیموں کے لئے ایک full fledge پنجاب کے level پر الگ سے ایک کمیشن یا ادارہ بنائیں جو پورے پنجاب میں لوگوں کو low cost houses فراہم کرے پھر جا کر کہیں یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میری بات کافی لمبی ہو گئی ہے لیکن ابھی بہت سے شعبہ جات ایسے ہیں جن پر میں بات کرنا چاہتا ہوں لیکن میں صرف دو چیزوں کو اور take up کروں گا اور اس کے بعد wind up کروں گا۔

جناب سپیکر! میں یوتھ کے لئے بات کروں گا کہ ہم نے لوکل باڈیز کے انتخابات میں یوتھ کے لئے ایک نشست بھی رکھی لیکن وہی جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ خدارا صرف شعبدہ بازی اور سستی شہرت کے لئے آپ نے یوتھ فیسٹیول دو دفعہ کرا دیئے۔ اس پر بھی بڑا شور مچا کہ اس میں اربوں روپے کے گھپلے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ سے پوری دنیا کے اندر ہماری جگ ہنسائی بھی ہوئی اور Genies Book of World Record کا جعلی گھوڑا کھڑا کر کے ہم نے ریکارڈ بھی بنوالیا اور اس کی انکوائریاں بھی چل رہی ہیں۔ اب یہ یوتھ فیسٹیول ٹھپ ہے، یہ پچھلے سال بھی نہیں ہوا اور اس سال بھی نہیں ہونے جا رہا۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نمود و نمائش سے ہٹ کر real sense میں ہمیں یونین کونسل کی سطح پر اور پھر تحصیل کی سطح پر نوجوانوں کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے

نوجوانوں کو بہت سی علتیں پہلے ہی دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ یہ جو TV, face book اور پتا نہیں کیا کیا چیزیں net پر چل رہی ہوتی ہیں ہمیں ان سے اپنے بچوں کو نکال کر انہیں صحت مند ماحول فراہم کرنا چاہئے۔ اس کے لئے آپ سپورٹس پر ایک مربوط پروگرام بنائیں اور وہ یونین کونسل سے شروع ہو۔ یونین کونسل میں آپ کا جو یوتھ کونسلر ہے وہ اس کا ذمہ دار ہو۔ آپ نے یوتھ کونسلر بنا دیا لیکن اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ جو فنڈ بھی دیں اس پوری رقم میں سے 10 فیصد mark کر دیں کہ یہ رقم یوتھ کی activities کو promote کرنے کے لئے خرچ ہوگی اور منتخب یوتھ کونسلر کے مشورے سے خرچ ہوگی۔ آپ یونین کونسل کی سطح پر کوئی کھیل کا میدان بنا سکتے ہیں، ہیلتھ کلب بنا سکتے ہیں، صحت مند مقابلے کرانے کے لئے کام کر سکتے ہیں تاکہ نوجوانوں کو ہم صحت مند سرگرمیوں میں شامل کر سکیں جن سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملے اور وہیں سے ہمیں اچھے کھلاڑی بھی ملیں۔ وہ کھلاڑی کرکٹ، ہاکی اور فٹبال کے بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں بالکل تباہی ہو گئی ہے۔ آپ نے کرکٹ کا حال بھی دیکھ لیا ہے۔ بھئی! جب نیچے نرسریاں خشک ہو گئی ہوں تو کھلاڑی کہاں سے پیدا ہوں؟ facilities جو ہیں وہی سالہا سال سے چل رہی ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ آئندہ بجٹ کے اندر نوجوانوں کے لئے خصوصی طور پر حکومت کو اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ نوجوان اپنی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کو جلا بخش سکے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ جس کے انتخابات ہوئے اب تو تین چار ماہ ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک وہ ایوان مکمل نہیں ہوئے۔ یہ عجیب تماشا ہے یعنی حکومتیں پہلے تو سنجیدہ نہیں تھی کہ لوکل گورنمنٹ کا انتخاب ہو لیکن جب خدا خدا کر کے سپریم کورٹ کے کہنے پر انتخابات ہو ہی گئے ہیں تو اب ایوان مکمل نہیں ہو رہے، سپیشل سیٹوں کے انتخابات نہیں ہوئے، جو چیئرمین منتخب ہو گئے ہیں مبارکبادیں بھی لے چکے ہیں وہ مارے مارے پھر رہے ہیں ان کے پاس کوئی دفتر ہے، اختیار ہے، فنڈ ہے، ان کا ہاؤس مکمل ہے، ان کا کوئی میئر ہے اور نہ ہی ان کا کوئی چیئرمین ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ تماشا جون تک اسی طرح ہی چلے گا۔ آیا یہ deliberately ہے یا محض اتفاق ہے؟ اگر یہ اتفاق ہے تو حکومت کو سنجیدہ ہونا چاہئے کہ وہ ان ایوانوں کو مکمل کرے۔ یہ بہت بڑا ایک سوالیہ نشان آپ کی credibility اور دعووں پر ہے کہ یہ جو grass roots level پر devolution تھی وہ تو اپنی جگہ ہے وہ تو نہیں ہو سکی لیکن جو آپ نے نمائشی الیکشن کروا ہی دیئے ہیں تو ان اداروں کو خدارا مکمل کریں اور مکمل کرنے کے بعد فنڈز سارے اورنج ٹرین پر نہ لگائے جائیں، یہ آپ ان منتخب نمائندوں کا استحقاق

مجروح کر رہے ہیں۔ یہ ان منتخب نمائندوں کے حصوں کے پیسے جو کہ انہوں نے اپنی گلیوں، محلوں اور علاقوں میں لگانے تھے وہ دھڑا دھڑ سرنڈر ہو رہے ہیں اور ٹی ایم اوز ان چیزوں کو surrender کر رہے ہیں اور وہ پیسے دوسرے پراجیکٹس پر لگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اب بہت اہم مسئلے کی طرف بھی آؤں گا کہ لوکل گورنمنٹ کو شہروں میں ہمارے ٹاؤنز اور تحصیلوں کو Planning and Land Utilization پر اختیارات تھے لیکن بدقسمتی سے ایل ڈی اے اور ایف ڈی اے نے لوکل گورنمنٹ کے یہ تمام اختیارات سلب کر لئے ہیں۔ لاہور تو چار ضلعوں میں چلا گیا ہے جس میں ننکانہ صاحب، شیخوپورہ، قصور اور لاہور بھی شامل ہے ایک آدمی اگر جا کر کنگن پور کے کسی دیہات کے اندر بھی اپنی زمین بیچنا چاہتا ہے تو یہ وہاں پر پہنچ جاتے ہیں کہ یہ آپ کا چالان ایل ڈی اے نے کر دیا ہے اس لئے یہ ایل ڈی اے سے پاس کروا کر لائیں۔

جناب سپیکر! میرے سامنے سپریم کورٹ کا فیصلہ پڑا ہوا ہے جس میں ایل ڈی اے اور دیگر ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کے ان اختیارات کو چیلنج کیا گیا۔ پہلے اسے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا اور ہائی کورٹ نے لوکل باڈیز کی favour میں فیصلہ دیا اور اس کے بعد گورنمنٹ آف پنجاب اور ایل ڈی اے سپریم کورٹ میں چلے گئے۔ سپریم کورٹ میں ڈیڑھ سال تک اس کیس کی سماعت ہوئی اور بالآخر سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کا فیصلہ بحال رکھا اور یہ کہا کہ جو لوکل گورنمنٹ کے ادارے ہیں یہ ان کے اختیارات کو سلب کرنے کے مترادف ہے اور land utilization زمینوں کی پلاننگ 10 کنال، 20 کنال اور 50 کنال ان کے نقشوں کو پاس کرنا، ان کی sub division کرنا اور سکیموں کو پاس کرنا یہ لوکل گورنمنٹ کے اداروں کا prerogative ہے اور انہوں نے باقاعدہ Constitution کا حوالہ بھی دیا۔

جناب سپیکر! میں سپریم کورٹ کے فیصلے کا صرف ایک پیرہ گراف آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں اور میں رانا ثناء اللہ جو کہ منسٹر لوکل گورنمنٹ ہیں، میں نے ان سے ایک دفعہ فون پر بھی بات کی تھی کہ لاکھوں لوگ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور یہ ان اداروں نے monopolize کیا ہوا ہے تو یہ نیچے کسی کو کوئی facility نہیں مل رہی اور لاکھوں لوگ ذلیل ہو رہے ہیں کہ ان کی کوئی سکیم اور نہ ہی کوئی نقشہ پاس ہوتا ہے۔ بیس بیس محکموں نے NOCs کی شرائط لگائی ہوئی ہیں۔ رشوت کا بازار گرم ہے کہ بیس، تیس لاکھ سے نیچے کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میرے پاس ایسے لوگ ہیں جو روتے ہوئے واپس آ گئے کہ ہم کیا کریں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ لوکل گورنمنٹ کے اداروں کا اختیار ہے جو کہ ان کو واپس ملنا چاہئے۔ سپریم کورٹ یہ لکھتی ہے کہ:

> Accordingly section 46 of the L.D.A Act 1975 purporting to over right conflicting action taken by the elected local government is held to be against the scheme of constitution and should either be read down to declared ultra-virus as determined in the detailed judgment.

کہ یہ سب کچھ ultra virus طریقے سے ہو رہا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ کے اداروں کو بااختیار ہونا چاہئے، ان اداروں کو فوری طور پر مکمل کریں، ان کو اختیارات اور فنڈز دیں تاکہ جو گلی محلے کے مسائل ہیں وہ حل ہو سکیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ انرجی کے اعتبار سے ہماری حکومت نے بڑے بلند و بانگ دعوے کئے تھے اور پچھلے سال ہم نے یہاں پر نندی پور کا بھی تماشا دیکھا کہ پرائم منسٹر صاحب وہاں پر افتتاح کر کے آ گئے اور اس کے پندرہ دن بعد پتا چلا جی کہ نندی پور کا پراجیکٹ تو بند ہے وہ تو بجلی ہی نہیں generate کر رہا ہے۔ یہاں پر ہمارے بہت سے دوستوں نے اور پارلیمانی سیکرٹری منڈا صاحب جو چلے گئے ہیں انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جناب وہ پن بجلی ہے، وہ پانی سے بجلی پیدا ہو رہی ہے، یہ ہائیڈرو پاور ہے تو میری ہنسی چھوٹ گئی کہ بھئی وہ ہائیڈرو پاور نہیں ہے بلکہ تھرمل پاور ہے اور وہ پٹرول اور فرنس آئل سے وہاں پر یونٹ چل رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ابھی گرمی کا آغاز اس طریقے سے نہیں ہوا لیکن پھر بھی چودہ چودہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ لاہور شہر میں ہو رہی ہے۔ ہر ایک، دو گھنٹے کے بعد ایک گھنٹے کے لئے لائٹ نہیں آ رہی اور دیہاتوں میں تو اس سے بھی بدتر حالات ہیں۔ یہ جو انرجی کے حوالے سے حکومت کے بڑے دعوے تھے تو آج تین سال پورے ہو گئے ہیں۔ میاں صاحب نے چھ ماہ کہا پھر دو سال کہا اب یہ تین سال کا عرصہ بھی گزر گیا ہے۔ For God Sake آپ temporary relief آئندہ جو گرمیاں آ رہی ہیں ان میں لوگوں کو دیں اور priority basis پر جو pipeline میں انرجی پراجیکٹس کو مکمل کریں تو مجھے امید ہے کہ حکومت اپنی priorities کو بدلے گی۔ جس طرح مسلسل لوگوں کی طرف سے یہ مطالبہ اور پریشر بھی آ رہا ہے اور یہ بالکل genuine مطالبہ ہے کہ آپ اپنی priorities کو بدل کر صحت، تعلیم، انسان کے جان و مال کا تحفظ اور پینے کے صاف پانی کو اپنی priority declare کریں۔ دہشت گردی کے خاتمے کو اپنی priority declare کریں اور اداروں کی مضبوطی کا اہتمام کریں۔

میاں محمد شہباز شریف بائیس گھنٹے بھی بھاگتے رہیں جو کہ آٹھ نو سال سے بھاگ رہے ہیں دو سال اور بھاگ لیں گے پھر بھی یہی کچھ ہو گا میں آپ کو پیشگی کہہ رہا ہوں۔ جب تک وہ اپنی پالیسی کو نہیں بدلتے، اپنے اختیارات کو decentralize نہیں کرتے، اداروں کو مضبوط نہیں کرتے، پولیس کو depolarize نہیں کرتے اور عام آدمی کو انصاف کی فراہمی کے لئے مضبوط اور جرأت مندانہ فیصلے نہیں کرتے تب تک پنجاب کی تقدیر بدلنے والی نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ آنے والا بجٹ عوام کی تکالیف کو دور کرنے اور ان کے احساسات، جذبات، مشکلات، مسائل، دکھ اور تکلیف کو سامنے رکھتے ہوئے حکومت اس بجٹ کو ترتیب دے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے لہٰذا اب اجلاس بروز منگل مورخہ 5-اپریل 2016 صبح 10:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔